نشریات کی تقریریں

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

Marfat.com

Marfat.com

نشری تقریریں

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

Marfat.com

110926

نام کتاب : ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر کی **نشری تقاریر**

مقرر : ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر زید مجدہٗ

اشاعت : اوّل

تاریخ اشاعت: جون 2006ء

زیر اہتمام : صاحبزادہ عزیر محمود الازہری

نظر ثانی : علامہ محمد انور نقشبندی

کمپیوٹر کمپوزنگ: حافظ محمد شاہنواز

تصحیح و ترتیب: ساجد حسین چوہدری

قیمت : **Rs.120/=**

ملنے کا پتہ

رکن لا اسلام جامعہ مجددیہ آزاد میدان ہیرآباد حیدرآباد

022-2617086-2633794

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	پیش لفظ	5
2	اسلامی ضابطہ حیات حقوق اور فرائض میں	6
3	ادائیگی حقوق میں توازن	18
4	اعتدال اور میانہ روی	20
5	غریبوں اور حاجت مندوں کی امداد	23
6	بھیک مانگنے کی مذمت	26
7	وصیت کے احکام	30
8	عدل وانصاف	32
9	یتیم کی پرورش	36
10	تجارت میں جھوٹی قسمیں کھانا	40
11	حلال کمائی	43
12	کسبِ حلال	45
13	ملاوٹ اور دھوکہ دہی	48
14	بے جا منافع خوری	51
15	قرض کی جلد ادائیگی	54
16	سود کی برائیاں	56
17	اپنی مدد آپ کرنا	58
18	ہر ایک کیلئے سہولت اور آسانی پیدا کرنا	60

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
19	معمر لوگوں کی خدمت کرنا	63
20	مصیبت میں ایک دوسرے کے کام آنا	65
21	رشوت ستانی	67
22	غصہ کرنا	69
23	کسی پر لعنت بھیجنا	71
24	بدکلامی	74
25	حلم اور بردباری	76
26	خوش خلقی	79
27	صحبت بد سے اجتناب	82
28	حیاء	86
29	امانت و دیانت	88
30	تقوے کے فوائد	91
31	نماز کی اہمیت	95
32	یوم الحج	97
33	حضرت یحییٰ علیہ السلام	99
34	صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ثانی اثنین	107
35	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جامع القرآن کی حیثیت سے	122

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

۱۹۷۹ء میں ریڈیو پاکستان نے ''حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان سے مختلف تقاریر کا ایک سلسلہ شروع کیا اور اسمیں مختلف عنوانات پر گفتگو کرنے کے لئے حضرت قبلہ صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر صاحب زیدہ مجدہ کو مدعو کیا، آپ نے وہاں جو تقاریر فرمائیں جنکو ریڈیو پاکستان نے نشر کیا ان تقاریر کو مخلوقِ خدا کے عام استفادہ کے لئے طبع کرا کے ہدیہ ناظرین کیا جا رہا ہے۔

اس کے علاوہ بھی مختلف مواقع پر ریڈیو سے جو آپ کی تقاریر نشر ہوئیں ان کو بھی اس میں شامل کیا جا رہا ہے۔ امید ہے بندگان خدا کی رہبری اور ہدایت کے لئے یہ تقاریر کا مجموعہ نہایت مفید اور نفع بخش ثابت ہوگا۔

Marfat.com

اسلامی ضابطہ حیات حقوق اور فرائض میں

دنیا میں آج جتنے بھی مذاہب اور ادیان ہیں جب ہم ان کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ چیز واضح ہو کر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ ہر مذہب کے بانی اور اس کے پیروکار نے سوسائٹی سے علیحدہ ہو کر اپنے سکون کا راستہ تلاش کیا اور معاشرہ سے بالکل قطع تعلقی کر لینے کو اپنی منزل مقصود کا ایک زینہ تصور کیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شہزادہ گوتم اپنی نوجوان بیوی اور نوزائیدہ بچے کو سوتا چھوڑ کر رات کی تاریکی میں جنگلوں کی طرف نکل جاتا ہے۔ ادھر ''دید بیاس'' کو دیکھتے ہیں کہ وہ آبادی اور معاشرے سے نفرت کرتا ہوا اپنے ماں باپ کو تن تنہا چھوڑ کر بیابانوں اور ویرانوں کا رخ کر لیتا ہے، ادھر ہم جوگیوں، رشیوں، سنیاسیوں، بیراگیوں کو بستیوں سے دور دھونی لگائے، جٹیں لٹکائے، آسن جمائے پہاڑوں اور غاروں میں تن تنہا اپنی ریاضتوں میں مصروف دیکھتے ہیں۔

الغرض ہر مذہب والا آبادیوں سے اور بستیوں سے دور رہ کر اپنے روح کے سرور کو تلاش کرتا ہے لیکن ''اسلام'' یہ وہ ایک واحد آفاقی اور عالمگیر مذہب ہے جو انسان کو معاشرہ اور سوسائٹی میں رکھ کر پھر اس کو راحت اور سکون کی زندگی عطاء کرتا ہے اور اس کا طریقہ وہ صرف دو لفظوں میں بیان کرتا ہے کہ ایک ہوتے ہیں خالق کے حقوق، جنہیں ''حقوق اللہ'' کہا جاتا ہے، اور ایک ہیں بندے کے حقوق، جنہیں ''حقوق العباد'' کہا جاتا ہے۔ وہ ہم سے کہتا ہے کہ تم یہ دونوں حقوق ادا کرو جب وقت آئے حقوق اللہ کا تو اس کے لئے کمربستہ ہو جاؤ اور جب وقت آئے

Marfat.com

حقوق العباد کا تو اس کو بھی بخوشی بجالاؤ اور پھر دیکھو کہ تم کس طرح فرحت واطمینان کے ساتھ معاشرے میں زندگی بسر کرتے ہو، اس لئے کہ ان حقوق کو ادا کرنے والا معاشرہ ایسا پرسکون اور طمانیت بخش ہوتا ہے کہ اس میں رہنے والے کو کبھی کوئی تکلیف اور ایذاء نہیں پہنچ سکتی۔ پھر تو غاروں اور پہاڑوں اور عزلت کدوں میں بھی آرام اور سکون نہ ہوگا جو تمہیں اس پرسکون معاشرے میں نصیب ہوگا۔

پھر یہ معاشرہ ایک دوسرے کو کھا جانے والا نہ ہوگا بلکہ جان بلب مریضوں کے لئے نوید مسیحا ہوگا، یہ معاشرہ ایک دوسرے کو دشمن بنانے والا نہ ہوگا بلکہ ازلی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو ایک دوسرے کا جگری یار بنانے والا ہوگا۔ ہاں! یہی معاشرہ بدامنی اور فساد کا مرکز نہیں بلکہ امن وآشتی کا گہوارہ بن جائے گا۔ اور کیوں نہ ہو، جس معاشرے میں ہر حقدار کے حق کو ادا کیا جاتا ہو جہاں ہر ذی حق کو اس کے جائز حق سے محروم نہ رکھا جاتا ہو وہاں پھر بھلا بدامنی اور بے چینی کب قائم رہ سکتی ہے، اس لئے کہ بے چینی اور بے اطمینانی حق نہ ملنے پر ہوتی ہے، جب ہر ایک کو اس کا حق مل گیا تو پھر بے چینی اور بے اطمینانی کا کیا سوال؟

والدین کے حقوق:

ذرا غور فرمائیں اور تصور کریں کہ وہ کتنا پاکیزہ معاشرہ ہوگا جہاں یہ فرما کر والدین کے حقوق بتائے جارہے ہیں کہ "**ولا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما**" فرمایا کہ والدین کو برا بھلا کہنا تو درکنار ان کو اف بھی نہ کرنا اور نہ انکے ساتھ سختی سے بات کرنا بلکہ ہمیشہ تعظیم اور ادب

Marfat.com

کے ساتھ پیش آنا۔ادھر حدیث شریف میں آتا ہے کہ ماں باپ کا نافرمان اور احسان جتانے والا اور شراب پینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا (مشکوٰۃ بحوالہ سنن نسائی سنن دارمی باب البر والصلۃ) ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ جس نے بنیت ثواب محبت ومؤدت کے ساتھ اپنے والدین کے چہرے کو دیکھا اللہ تعالیٰ اس کو حج مبرور کا ثواب عطا فرمائیگا یہ سن کر ایک صحابی کو حیرت ہوئی اور انہوں نے تعجب سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ! اگرچہ سو مرتبہ دیکھے؟ آپ نے فرمایا "**نعم الله اكبر اطيب**" ہاں اگرچہ وہ دن میں سو مرتبہ ہی دیکھے خدا اس کو سو مرتبہ حج مبرور کا ثواب دیگا (مشکوٰۃ باب البر والصلۃ) اس لئے کہ وہ بھی بڑا ہے تو اس کی رحمت بھی بڑی ہے اس کی بھی انتہا نہیں تو اس کی وسیع رحمت کی بھی کوئی انتہا نہیں۔اس کریم ورحیم کی بے پایاں رحمت سے کوئی چیز بعید نہیں، امیر مینائی اس کی شان کریمی کو اپنے انداز میں خوب بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

نگاہ کرم سے مجھ کو نہ دیکھ اے دوزخ
خبر نہیں تجھے کس کا گنہگار ہوں میں
پھر اس کی شانِ کریمی کے حوصلے دیکھ
گنہگار یہ کہہ دے گنہگار ہوں میں

اولاد اور بچوں کے حقوق:

پھر جہاں والدین کے حقوق بتائے گئے وہاں والدین کو بچوں اور اولاد کے حقوق سے بھی آگاہ کیا گیا چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

Marfat.com

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بچہ سات روز کا ہو جائے تو اس کا عقیقہ کرو اور اس کا نام رکھو، جب وہ چھ برس کا ہو جائے تو اس کو ادب سکھلاؤ اور جب نو سال کا ہو جائے تو اس کو اپنے بستر سے جدا کر دو اور اس کو علیحدہ سلاؤ اور جب وہ تیرہ برس کا ہو جائے تو اس کو نماز کی سختی سے تنبیہ کرو اگر نہ مانے تو مار کر نماز پڑھاؤ، اور جب وہ اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچے تو تمہارا آخری حق یہ ہے کہ اس کی شادی کر کے اس کو خدا کے سپرد کر دو۔ سبحان اللہ، چند لفظوں میں آپ نے حقوق اللہ اور حقوق اولاد کا بڑے خوبصورت انداز میں نقشہ کھینچ کے رکھ دیا (مکاشفۃ القلوب لامام غزالی ص ۶۳۴) ایک اور مقام پر روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم گوہر فشاں ہوتے ہیں کہ "**لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا**" (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق ص ۴۲۳) ''جو اپنے چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم سے نہیں'' اس پر خود عمل کر کے اس والی دو جہاں نے ہمیں دکھایا کہ ممبر پر تشریف فرما ہیں اتنے میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں سے دوڑتے ہوئے ادھر آ جاتے ہیں ان کو دیکھ کر آپ فوراً ممبر سے اتر پڑتے ہیں اور ان کو اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیتے ہیں۔

ایک دن خالد بن سعید رضی اللہ عنہ سرکار کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں ان کے ساتھ ان کی چھوٹی بچی بھی ہے جو سرخ کرتا پہنے ہوئے ہے۔ آپ اس بچی کو بڑی محبت سے اپنے پاس بٹھاتے ہیں اور بڑے پیار سے فرماتے ہیں سنہ، سنہ'' کیونکہ اس لڑکی کی پیدائش حبشہ میں ہوئی تھی اور حبشی زبان میں ''حسنہ'' اچھے اور خوبصورت کو ''سنہ'' کہتے ہیں اس لئے اس مناسبت سے آپ نے اس کو ''سنہ'' فرمایا

Marfat.com

بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ غیر معمولی چیز کو دیکھ کر اس سے کھیلنے لگ جاتے ہیں چنانچہ یہاں بھی اس بچی کی نظر جب نبی آخرالزماں کی پشت مبارک پر ابھری ہوئی ''مہر نبوت'' پر پڑی تو وہ بچی اس سے کھیلنے لگ گئی، باپ یہ دیکھ کر غصہ ہو گیا اور بچی سے ڈانٹ کر کہا کہ خبردار! بیٹا یہ بارگاہ نبوت ہے یہاں ادب سے بیٹھو! یہ سن کر فخر موجودات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر خالد کو روک دیا کہ خالد، اس بچی کو کچھ مت کہو اسے یوں کھیلنے دو۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۶)

شوہر کے حقوق:

اسی طرح عورت کو مرد کے حقوق سے آگاہ کیا گیا اور شوہر کی عزت وعظمت، تعظیم وتکریم کو صرف دو لفظوں میں بیان کر دیا کہ ''سجدہ غیر اللہ کو جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں'' بظاہر یہ دو لفظ ہیں لیکن ان دو لفظوں میں معارف وحقائق کا ایک دریا موجزن ہے۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے دوزخ میں سب سے زیادہ عورتوں کو دیکھا، صحابہ نے دریافت کیا آقا ایسا کیوں ہے؟ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو عورتیں لعنت بہت کرتی ہیں اور دوسرے یہ کہ وہ اپنے شوہروں کی ناشکری بہت کرتی ہیں، (صحیح بخاری کتاب النکاح باب کفران العشیر) ادھر عورتوں سے فرمایا تم اپنے شوہروں کی تلخ نوائی پر صبر کا گھونٹ پی کر چپ ہو لیا کرو کیونکہ ایسی صابرہ عورتوں کو اللہ تعالیٰ فرعون کی نیک اور پاکباز بیوی حضرت آسیہ جیسا اجر عظیم عطا فرمائے گا (مکاشفۃ القلوب ص ۶۵۳)۔

Marfat.com

بیوی کے حقوق:

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے مردوں کے حقوق سے عورتوں کو آگاہ فرمادیا لیکن مردوں کو عورتوں کے حقوق سے آگاہ نہیں فرمایا ایسا ہرگز نہیں بلکہ معاشرے میں رہنے والے ہر ذی حس اور ہر جاندار کا حق بتانے والے رحمۃ للعالمین نے بیویوں کے حقوق سے بھی مردوں کو متنبہ فرمایا، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ "**خیرخیرکم لاھلہ واناخیرکم لاھلی**" (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی، دارمی ،ابن ماجہ باب عشرۃ النساء) یعنی تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ بہتر سلوک رکھتا ہے اور میں تم سے زیادہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ بہتر برتاؤ رکھنے والا ہوں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ اپنی بیوی کی تلخ بات تمہیں ناگوار گزرے تو اسے پی جایا کرو کیونکہ وہ شخص جو اپنی بیوی کی بری عادتوں پر صبر کرے گا کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو وہ ثواب عطاء فرمائے گا جو اس نے حضرت ایوب علیہ السلام کو بلاؤں کے صبر کرنے پر عطاء فرمایا، (مکاشفۃ القلوب ص ۶۵۳)

رشتہ داروں کے حقوق:

اسکے بعد مسلمان کی توجہ پورے خاندان کی طرف دلائی جاتی ہے ،اور عزیز و اقارب کے حقوق کی اہمیت اور افادیت کو ان الفاظ میں آشکارا کیا جاتا ہے کہ ''جو شخص یہ چاہے کہ اس کی روزی فراخ ہو اور وہ طویل عمر پائے تو اسے چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے (مکاشفۃ القلوب بحوالہ بخاری مسلم ص

Marfat.com

۱۹۱) ایک اور فرمانِ رسول ہے کہ ''کوئی فضیلت اس سے بڑھ کر نہیں کہ کوئی تم کو توڑے تو تم اس سے جوڑو''، ''کوئی تم کو محروم کرے تو تم اس کو عطاء و بخشش سے مسحور کرو اور کوئی تم پر ظلم کرے تو تم اس پر رحم کرو اور اس کو معاف کردو'' (طبرانی) حقیقت یہ ہے کہ ان چند الفاظ میں آپ نے گھریلو اور خاندانی زندگی کا راز بیان فرمادیا۔

ہمسائیوں کے حقوق:

خاندان کے حقوق کے بعد پڑوس میں رہنے والے ہمسائیوں کے حقوق کی طرف بھی خیال دلایا جاتا ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا جس کا ہمسایہ اسکے شر سے محفوظ نہیں (صحیح بخاری کتاب الادب باب اثم من لایأ من جارہ بوائقہ) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے آقا حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نصیحت فرمائی کہ اے ابا ذر! جب تو کھانا پکائے تو اس میں پانی ذرا زیادہ ڈال لیا کرتا کہ تھوڑا سا سالن تیرے پڑوسی کے لئے بھی نکل آئے (صحیح بخاری کتاب الادب باب حق الجوار)۔

خادموں، غلاموں، اور ملازموں کے حقوق:

اس سے آگے بڑھ کر زیر دستوں، ماتحت خادموں، غلاموں اور ملازموں کے حقوق کی بات کی جاتی ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ یہ تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کیا ہے لہٰذا اپنے ان ماتحتوں کو وہی کھانا دو جو تم خود کھاتے ہو، ان کو پہننے کے لئے وہی دو جو تم خود پہنتے ہو، ان سے ایسا کام نہ لو جو ان کی طاقت

Marfat.com

سے باہر ہو (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم باب النفقات وحق المملوک)۔ گویا یہ تصور ذہن نشیں کرایا جارہا ہے کہ یہ وہ تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا زیردست اور ماتحت بنایا، اگر وہ چاہتا تو تم کو ان کا ماتحت بھی بنا سکتا تھا لہٰذا ان پر ان کی ہمت وطاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو، یہ وہ خیال حضور نے ہم کو دیا کہ اگر یہ ہمارے سامنے رہے تو کوئی افسر اور حاکم کسی بھی اپنے ملازم پر ظلم نہیں کرسکتا۔

ایک روز حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک ماتحت غلام کو اس کی کسی غلطی پر مارنے لگے کہ پیچھے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اچانک تشریف لے آئے اور فرمایا اے ابا مسعود یہ مت بھول کہ تو جتنا اس غلام پر قادر ہے اس سے کہیں زیادہ خدا تجھ پر قادر ہے یہ سنکر ابومسعود نے اس غلام کو اسی وقت آزاد کردیا، آپ نے فرمایا اگر تو یہ نہ کرتا تو جہنم کا دروازہ تیرے لئے کھل گیا تھا (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم باب النفقات وحق المملوک)۔

بالا دستوں اور حاکموں کے حقوق:

اب ماتحت غلاموں اور زیردستوں کے بعد بالا دستوں اور حاکموں کے حقوق کی باری آتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ اپنے افسروں، حکام اور اپنے بادشاہوں کی اطاعت کرو اگر شریعت کے مطابق تمہیں حکم دے رہے ہیں تو ان کے حکم کو سنو اور ان سے اس وفاداری اور اطاعت شعاری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہونے دو (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم کتاب الامارۃ والقضاء)

"اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم" کا حکم ربانی بھی اس پر شاہد ہے۔

Marfat.com

تمام مسلمانوں کے حقوق:

اب وہ اہل وعیال ،عزیز واقارب ،خدام ،ملازمین، پڑوسی ،ہمسائے اور حکومت وقت کے تمام فرائض اداء کر کے ان سب کا پیارا بن گیا اب اس کو عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کی آنکھ کا تارا بنایا جاتا ہے، اس کو محبوب عالم بننے کے لئے یہ طریقہ بتایا جاتا ہے کہ "**المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده**" (صحیح بخاری کتاب الایمان ج ا ص ٦) کہ تم صحیح معنوں میں مسلمان کہلانے کے اس وقت مستحق ہونگے جب تمہاری زبان اور تمہارے ہاتھ سے کسی دوسرے مسلمان کو کسی قسم کی کوئی تکلیف اور ایذاء نہ پہنچے حتیٰ کہ ایک مقام پر نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تمہارے لئے آنکھ سے ایسا اشارہ کرنا بھی جائز نہیں جس سے تمہارے مومن بھائی کے دل کو ٹھیس پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی چنانچہ قرآن فرماتا ہے "**عزيز عليه ماعنتم**" کہ اے مومنو! تمہارا تکلیف میں پڑ جانا تمہارے رسول پر شاق گزرتا ہے، وہ تمہاری تکلیف اور بے چینی کو دیکھ کر تڑپ اٹھتے ہیں۔ خود تکلیف دینا تو درکنار تمہیں اور کسی سے تکلیف پہنچے تو وہ اس کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

اقوام عالم کے حقوق:

اب اس حقوق کے دائرے کو وسیع کیا جاتا ہے اور اس کو وسعت دیکر تمام اقوام عالم بلکہ ساری انسانیت کے حقوق کو ان الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے "**ولا يجرمنكم شنأن قوم على ان لا تعدلوا اِعدلوا هو اقرب للتقوىٰ**" دیکھو دیکھو! یہ خیال رکھنا کہ اگر کسی قوم سے تمہاری دشمنی ہو تو وہ دشمنی

Marfat.com

اور عداوت تم کو بے انصافی کی طرف کہیں نہ لے جائے، بلکہ دشمن سے دشمن قوم کے ساتھ بھی عدل وانصاف سے پیش آنا کہ عدل ہی خدا ترسی سے زیادہ قریب ہے ادھر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم عام انسانوں کے حقوق کو جامع الفاظ میں یوں بیان کرتی ہے کہ "**احب للناس ماتحب لنفسك تكن مسلما**" (جامع ترمذی ابواب الزہد) فرمایا حقیقی مسلمان بن جاؤ اس کا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو ذرا غور فرمائیں کہ ایسا کون شخص ہوگا جو اپنے لئے برائی پسند کرے گا، لہٰذا اس حدیث کی رو سے اگر اپنے لئے برائی پسند نہیں کرتے تو اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرو۔

ایک اور ارشاد رسول ہے کہ "**من يسّر على معسر يسر الله عليه فى الدنيا و الآخرة**" (جامع ترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی الستر علی المسلمین) کہ تم تنگ دستوں اور مصیبت کے ماروں پر آسانی کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مشکلات کو آسان فرمادے گا۔ یہ ہیں وہ انسانیت کے ہر طبقہ کے حقوق جنہیں رہبر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ہمیں بتایا بلکہ اس پر عمل کر کے بھی دکھایا لیکن ہائے افسوس آج ہم ہر چیز میں ترقی کر رہے ہیں لیکن ان حقوق اور فرائض میں ہم پستی کی طرف جا رہے ہیں۔ سچ کہا جگر نے

کیا قیامت ہے اس دور ترقی میں جگر
آدمی سے آدمی کا حق ادا نہیں ہوتا

آزادی رائے:

اس کے علاوہ ''حقوق انسانیت'' کا ایک عظیم پیچیدہ متنازع فیہ مسئلہ

Marfat.com

''آزادی رائے'' کا ہے۔انسانیت کا یہ وہ عظیم مگر مظلوم حق ہے جس پر ہر دور میں ڈاکے ڈالے جاتے رہے۔لیکن اسلام نے بنی نوع انسان کو''آزادی رائے'' کا وہ حق عطاء کیا ہے جو آزادی انسانیت کا دم بھرنے والی بڑی بڑی قوموں اور جمہوریت کے بلند بانگ دعوے کرنے والے کسی ملک وملت نے انسان کو ایسا عطا نہیں کیا۔

اس کی مثال میں مجھے وہ واقعہ یاد آتا ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہیں۔آپ کے پاس یمن سے کچھ چادریں آتی ہیں۔جن کو آپ مسلمانوں پر تقسیم فرما دیتے ہیں۔سب کے حصے میں ایک ایک چادر آتی ہے، کچھ دنوں بعد دشمنان اسلام سے جہاد کی ضرورت پیش آ گئی تو عمر بن الخطاب ممبر رسول پر کھڑے ہو کر لوگوں کو جہاد کا حکم دیتے ہیں۔حد نگاہ تک آدمیوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے کہ اچانک اس بھرے مجمعہ میں سے ایک ''عام آدمی'' کھڑا ہو کر حضرت عمر کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ "**یاعمرُ لاسمعاً و لاطاعۃً**" کہ اے عمر! تیری کوئی بات نہیں سنی جائے گی، اور نہ ہی تیری کسی بات کی اطاعت کی جائے گی۔

دنیائے انسانیت کا عظیم فرماں روا بجائے غصے اور برہمی کے تبسم ریز ہونٹوں کے ساتھ اس سے پوچھتے ہیں کہ "**ولِمَ ذالك**" کہ میرے بات نہ ماننے کی آخر کیا وجہ ہے؟ وہ شخص جواب میں کہتا ہے کہ "**لانك استأثرت علینا**" اس لئے ہم تیری اطاعت نہیں کریں گے کہ تو نے اپنے آپ کو ہم پر ترجیح دی ہے''عمر پھر بڑے تحمل کے ساتھ اس سے پوچھتے ہیں کہ "**بایّ شیء استأثرت**" وہ کونسی چیز ہے جس میں میں نے تم غریبوں پر اپنے آپ کو ترجیح دی ہے؟ وہ ہی شخص تفصیل بیان کرتا ہوئے کہتا ہے کہ ''یمن'' سے جو چادریں آئی تھیں ان کو جب تو نے تمام مسلمانوں میں تقسیم

Marfat.com

کیا تو ہر ایک کے حصے میں ایک ایک چادر آئی تھی لہٰذا تیرے حصے میں بھی ایک ہی چادر آنی چاہئے تھی جبکہ ایک چادر سے تیرا کرتہ پورا بن نہیں سکتا حالانکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس ہی چادر کا تو پورا ایک لمبا کرتہ پہنے کھڑا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ تو نے ایک کے بجائے دو چادریں لی ہیں، تو جواب دے کہ یہ دوسری چادر تو نے زیادہ کیوں لی؟

عالم اسلام کے امیر المؤمنین، دنیا کا عظیم فرماں روا جسے آج بھی یورپ جرنل عمر کے نام سے یاد کرتا ہے جس کی ہیبت سے شہنشاہ روم کے قاصد پر بھی کپکپی طاری ہو جائے، وہ مصطفیٰ کا غلام یعنی فاروق اعظم اس غریب کو جواب دیتے ہیں کہ اے میرے دوست تیرا اعتراض درست ہے، سوال کا جواب میرا بیٹا عبداللہ تجھے دے گا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھری محفل میں کھڑے ہو کر فرماتے ہیں کہ جب میرے والد نے اپنے حصے کی ایک چادر سے اپنا کرتہ سلوانے کا ارادہ فرمایا تو یہ چادر ان کو چھوٹی پڑی تو اس وقت میں نے اپنی چادر ان کو پیش کر دی جس کو ملا کر انہوں نے اپنا کرتہ سلوایا ہے، یہ سن کر وہ شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ "**اما الآن فالسمع والطاعة**" ہاں اب تیری بات بھی سنی جائے گی اور جو تو کہے گا اس کی اطاعت بھی کی جائے گی۔ (الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۷۴) ''آزادی رائے کے متعلق تاریخ اسلام کا یہ وہ واقعہ ہے کہ اس کی نظیر تاریخ عالم میں کہیں نہیں ملتی۔

بہر حال ''حقوق فرائض'' کے متعلق اسلام کا بتایا ہوا یہ وہ ضابطۂ حیات'' ہے جس پر اگر انسان عمل پیرا ہو جائے تو نہ صرف یہ کہ اسکی نجی اور خوانگی زندگی باغ و بہار بن جائیگی بلکہ پورا معاشرہ، اور ساری انسانیت چمن زار بنتی چلی جائیگی۔

Marfat.com

ادائیگی حقوق میں توازن

کسی بھی عمل میں اگر افراط وتفریط سے کام لیا جائے تو اس عمل کا حسن ختم ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے تمام حقوق میں خواہ اسکا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے ہو افراط وتفریط سے اجتناب کرنے اور انکے درمیان توازن برقرار رکھنے کا حکم دیا، چنانچہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ "**ما احسن القصد فی الغناء ما احسن القصد فی الفقر ما احسن القصد فی العبادة**" (کنز العمال ج ۲ ص ۷) یعنی دولتمندی اور تونگری میں میانہ روی کتنی اچھی چیز ہے، محتاجی میں بھی میانہ روی کتنی اچھی چیز ہے، اور عبادت میں بھی میانہ روی کتنی اچھی چیز ہے اس سے زیادہ عموم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوسری حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اتنے ہی کام کو اپنے اوپر لازم کیا کرو جتنا تم کرسکو (صحیح بخاری مع فتح الباری جلد ا ص ۲۵۶) گویا آپ نے ارشاد فرمادیا کہ زندگی کا کوئی سا بھی گوشہ ہو اور کسی کا بھی تم حق اداء کر رہے ہو خواہ وہ اللہ کا ہو یا بندہ کا ہو نہ تو اسمیں اتنی کمی کرنا کہ وہ اداء ہی نہ ہو اور نہ اسمیں اتنی زیادتی اور شدت اختیار کرنا کہ دوسرے حقوق تلف ہونے شروع ہو جائیں مثلا، ایک حق انسان پر اسکے نفس کا بھی ہے، اگر وہ کسی کی اطاعت اور خدمت کر رہا ہے یا اللہ کی عبادت ہی کیوں نہ کر رہا ہو اسکو حکم ہے کہ وہ اتنی زیادہ نہ کرے کہ وہ اپنی جان کو ہلکان کر دے اور اپنے جسم کو نڈھال کر دے۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو جنہوں نے اپنی تمام تمام راتیں

Marfat.com

نمازوں میں اور دن روزوں میں بسر کرنے شروع کردئے تھے ،آپ نے ایسا کرنے سے منع کردیا اور فرمایا کہ تمہارے ذمہ اور بھی حقوق ہیں (صحیح بخاری کتاب الصوم)اسہی طرح اگر کوئی شخص یتیموں ،غریبوں اور بے نواؤں اور مسکینوں کے حقوق ادا کرنا چاہتا ہے تو اس کیلئے قرآن حکم دیتا ہے کہ بیشک ان پر ضرور مال خرچ کرو لیکن دیکھنا اس میں بھی توازن برقرار رکھنا اور اتنا مت خرچ کرڈالنا کہ پھر تمہارے پاس کھانے کو بھی کچھ نہ رہے ۔اور تمہیں دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت آجائے ،اسہی طرح اگر تم بیوی کے حقوق اداء کرتے ہو تو اسمیں اتنا انہماک نہ ہو کہ اپنے والدین کا بھی کچھ خیال نہ رہے اور انکو بالکل چھوڑ بیٹھو بلکہ پہلے انکا خیال کرو، ہر کام میں اولیت ماں باپ کو دو کہ آج انہی کے صدقہ میں تم اتنے بڑے ہو کر اس مقام پر پہنچے ہو لیکن یہاں بھی ادائیگی حقوق میں توازن دونوں طرف سے ہونا چاہئے یہ بھی نہ ہو کہ والدین کے کہنے پر اپنا ہرا بھرا گھر تباہ کردو اور اپنی شریکہ حیات کی مسلسل حق تلفی کر کے اپنی اور اسکی زندگی میں کانٹے بھر دو، اسہی لئے شریعت مطہرہ میں شوہر کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر وہ تمہارے متعلقین کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی تو اسکو کسی علیٰحدہ مکان یا اسی مکان کے علیٰحدہ حصہ میں اپنی استطاعت کے مطابق رکھو اور ایک ہی جگہ سبکو رکھنے پر اصرار کر کے خوہ مخواہ حق تلفی کر کے تلخیوں میں اضافہ نہ کرو۔

Marfat.com

اعتدال اور میانہ روی

کنز العمال شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ما احسن القصد فی الغنی ما احسن القصد فی الفقر ما احسن القصد فی العبادۃ" (کنز العمال ج ۲ ص ۷) کہ دولتمندی میں میانہ روی کتنی اچھی ہے اور فقر میں میانہ روی کتنی اچھی ہے اور عبادت میں میانہ روی کتنی اچھی ہے اس حدیث سے یہ پتا چلا کہ اسلام ہر چیز میں اعتدال کو پسند کرتا ہے دولتمندی اور امیری میں اعتدال اور میانہ روی کو اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا فرمایا کہ اگر انسان کے پاس بے پناہ دولت آجائے تو وہ عیش وعشرت اور آرام، بنگلوں اور ائرکنڈیشنڈ کاروں میں بیٹھ کر غریبوں اور محتاجوں کی تکلیفوں کو بھول جاتا ہے انکی ضروریات اور حاجات کا اسکو احساس تک نہیں ہوتا اور غریب تو غریب پیسہ آنے کے بعد تو انسان رشتہ داروں حتی کہ اپنے ماں باپ کو بھی بھول جاتا ہے اور جب یہ فانی دولت نشہ بن کر اسکے دل ودماغ پر چھا جاتی ہے۔ تو پھر وہ ایک قدم آگے بڑھاتا ہے اور اب خدا کو بھول جاتا ہے اسکے احکامات کو بھی فراموش کر دیتا ہے اور نعمتوں پر بجائے شکر ادا کرنے کے اسکے واجبات کی بجا آوری سے انکار کر کے ناشکری کا مرتکب ہوتا ہے اور بعض دفعہ قہر خداوندی اسکو آلیتا ہے اور اسکی یہی ناشکری اسکی محرومیوں اور تباہیوں کا باعث بنتی چلی جاتی ہیں اس ہی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دولت بھی ہو تو اعتدال کے ساتھ تا کہ وہ حق سے غافل نہ کر دے اور کہیں اسکی زیادتی خدا کی ناشکری اور ناسپاسی کا باعث نہ بن جائے اسہی

Marfat.com

طرح فقر بھی اعتدال میں ہو اسلئے کہ اگر انسان حد سے زیادہ فقیر ہو جائے تو جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ اس کا فقر کہیں اسکو کفر تک نہ پہنچا دے۔ (مشکوۃ باب ما نہی عنہ عن التہاجر)۔

وہ روز کے فاقوں سے تنگ آ کر کہیں اپنے مالک اور رازق کی طرف سے بدگمان نہ ہو جائے اگر خدانخواستہ ایسا ہو گیا تو ایمان کی دولت بھی اس کے ہاتھ سے چلی جائیگی اسلئے فرمایا کہ فقر بھی ہو تو وہ بھی اعتدال میں یا اس ارشاد والا کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر زیادہ فقر ہو تو انسان اپنی عزت نفس اور خودداری کو ختم کر کے ہر ایک کے آگے دست سوال دراز کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور بہت سے عمدہ اوصاف اور فضائل سے محروم ہو جاتا ہے اسلئے سرکار نے فقر کی زیادتی کو بھی برا سمجھا اور حد تو یہ ہے کہ عبادت جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا اسمیں بھی حد سے زیادہ کثرت کو پسند نہیں فرمایا بلکہ ''**ما احسن القصد فی العبادۃ**'' فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمیں بھی اعتدال اور میانہ روی کا درس دیا اسلئے کہ اگر انسان عبادت میں بھی اعتدال نہ اپنائے اور دن رات عبادت میں مصروف ہو کر اپنے کام کاروبار اور اپنے تمام دھندوں تک کو ختم کر دے تو یہ بھی اچھا نہیں کیونکہ اگر ایسا کریگا تو اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ کیسے پالیگا اور اگر بالکل ہی کم کر دے تو حق سے غافل ہو جائیگا اور اسکے واجبات اور حقوق پوری طرح ادا نہ کر کے باعث لائق سزا ٹھہریگا اس لئے فرمایا گیا کہ عبادت میں بھی میانہ روی کو اختیار کرو۔

چنانچہ حضرت ابن عمر کا واقعہ کتب سیرت میں مشہور ہے کہ جب انہوں نے

Marfat.com

تمام تمام رات نمازوں او ردن روزوں میں بسر کرنا شروع کر دیے تو آپ نے انکو ایسا کرنے سے منع فرمایا اور اس عمل میں بھی اعتدال سے کام لینے کا حکم فرمایا (صحیح بخاری کتاب الصوم) الغرض اسلام زندگی کے ہر شعبے میں اعتدال اور میانہ روی کے اصول پر انسان کو کاربند کرتا ہے مال خرچ کرنے سے لیکر اپنے اعضاء کی قوت صرف کرنے تک ہر چیز میں اعتدال کا درس دیتا ہے چنانچہ فیاضی او رسعادت کیسی عمدہ صفات ہیں لیکن اس میں بھی حکم ہوتا ہے کہ "**ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا**" کہ فیاضی میں اپنا اتنا مال مت خرچ کر دینا کہ پھر تمہارے پاس کچھ نہ بچے اور تم فقیر بن کر دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھرو بلکہ سخاوت میں بھی اعتدال کا پاس رکھو حتی کہ پانی ایک معمولی سی چیز ہے لیکن اس کے متعلق بھی حکم ہے کہ اگر کوئی شخص دریا کے کنارہ پر بیٹھا ہوا ہو تو وہ وضو کرتے وقت زیادہ پانی نہ بہائے بلکہ یہاں بھی اعتدال سے کام لے حتی کہ چلنے پھرنے اور بولنے میں بھی ہمیں اسلام نے میانہ روی کا حکم دیا چنانچہ ارشاد ربانی ہے "**واقصد في مشيك**" کہ اپنی چال کو نہ بہت تیز رکھ نہ بہت سست رکھ بلکہ درمیانی رفتار سے چلا کرو اور بولنے کے لئے بھی حکم ہے کہ بے تکی اور لغو باتوں میں اپنی زبان مت صرف کرو چنانچہ ارشاد رسول ہے کہ "**من حسن اسلام المرء تركه مالا يعنيه**" : یعنی غیر ضروری باتوں کو ترک کر دینا اسلام کی خوبیوں میں داخل ہے۔ (مجمع الزوائد للہیثمی ۸۔۱۸، مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۰)

110926

Marfat.com

غریبوں اور حاجت مندوں کی امداد

ترمذی شریف میں ہے کہ مخبر صادق روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد والا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی مدد میں اسوقت تک رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد میں رہتا ہے (جامع الترمذی باب ماجاء فی الستر علی المسلمین) اس حدیث کے الفاظ پر غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر آدمی کسی حاجت مند کی حاجت روائی میں مصروف ہو مشکل کے وقت اس کی مدد میں لگا رہے تو پھر اسکو اپنے مشکل سے مشکل کام کی فکر کی کوئی ضرورت نہیں ہے اسلئے کہ جسکا مددگار وہ رب ذوالجلال بن جائے پھر اس کیلئے کونسا ایسا کام ہے جو مشکل رہ سکتا ہے اور کونسی ایسی مہم رہ سکتی ہے جو سر نہ ہو سکے بلکہ جب کسی کی مدد کرنے کے باعث خدا کی طرف سے غیبی مدد پہنچے گی تو پھر بگڑے ہوئے کام بھی بنتے چلے جائیں گے اور ترقی اور ارتقاء کے دروازے خود بخود اس کیلئے وا ہو جائیں گے ،اسکے عملی ثبوت کیلئے ہمارے سامنے حضرت عمر بن الخطابؓ کی سیرت مقدسہ موجود ہے کہ آپ نے اپنے دور خلافت میں امیرالمؤمنین ہونے کے باوجود گھر گھر جاکر لوگوں کی حاجتیں رفع کیں رات رات بھر پھر کر غریبوں کی تکلیفیں دور کیں اور بھیس بدل بدل کر حاجتمندوں کی حاجتوں کو معلوم کیا اور پھر انکی حاجت روائی فرمائی۔

الغرض جہاں آپ نے یہ فرما کر اس احساس ذمہ داری کا اظہار فرمایا کہ ''اگر فرات کے کنارے پر کوئی کتا بھی پیاسا مر گیا اور میں نے اپنی سلطنت اور

Marfat.com

حکومت میں اس کی حاجت پوری نہ کی تو کل قیامت کے دن عمر کو اسکا بھی جواب دینا پڑے گا، وہاں آپ نے اس احساس ذمہ داری کو پوری طرح نبھا کر بھی دکھایا اور مخلوق خدا کی اس اس طرح حاجت روائی فرمائی کہ تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے تو عرض کرنیکا مقصد یہ تھا کہ جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مخلوق خدا کی اسطرح مدد کی تو پھر خدا نے بھی اپنے وعدہ کے مطابق انکی ایسی مدد فرمائی کہ قیصر وکسریٰ کی عظیم سلطنتیں انکے قدموں میں آگئیں اور جس طرف انہوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھ لی بڑے بڑے تخت وتاج ان کیلئے فرش راہ بنتے چلے گئے۔

اسکے علاوہ اسلام سے قبل بڑے بڑے سلاطین پر نظر ڈالی جائے تو وہاں بھی یہی چیز دکھائی دے گی کہ انہوں نے اسہی حاجت روائی اور غریبوں اور محتاجوں کی مدد کے اصول کو اپنی زندگی بنالیا اور اس کے ذریعہ دنیا پر حکومت کی چنانچہ کتابوں میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ سکندر ذوالقرنین ایک روز صبح سے شام تک اپنا دربار لگا کر بیٹھا لیکن اس دن شام تک کوئی حاجت مند اپنی حاجت لیکر اس کے پاس نہیں آیا اسکا اسکو اتنا افسوس تھا کہ جب مجلس برخواست ہوئی تو اپنے مصاحبین سے کہنے لگا کہ آج کا دن میں اپنی زندگی میں شمار نہیں کرتا۔ سب نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ آج کا دن بڑے آرام اور سکون کا دن تھا، سلامت وکرامت اور طمانیت وفراغت کیساتھ بسر ہوا پھر اس آرام اور پرسکون دن کو آپ اپنی زندگی سے کیوں خارج کر رہے ہیں؟ تو اس عظیم فرمانروا نے جواب دیا کہ جس

Marfat.com

دن بادشاہ سے کسی مظلوم کو راحت نہ پہنچے، کسی محروم کی حاجت پوری نہ ہو میرے نزدیک وہ بیکار دن عزیز زندگی میں شمار کرنے کے بھی قابل نہیں۔ کسی شاعر نے فارسی میں اس مضمون کو یوں ظاہر کیا، ؎

عمر آں قدر پیش ما بد بکار　　کہ در نفع خلق خدا بگذرد

دراں زندگانی چہ حاصل بود　　کہ در کار نفس و ہوا بگذرد

ہمدردی اور حاجت روائی کا وہ زریں اصول جسے اپنا کر بڑے بڑے سلاطین وقت نے اپنی سلطنت کو عروج اور ارتقاء بخشا ہمارے مذہب نے بھی اسی کو اپنانے کا ہمیں حکم دیا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر اسکے دائرے کو وسیع سے وسیع تر کر دیا کہ اگر تم کسی کی سفارش کر کے اسکی مدد کرو گے تو تمہیں بھی ثواب ملیگا (صحیح بخاری کتاب الادب باب تعاون المؤمنین و باب قول اللہ من یشفع شفاعۃ حسنہ) یعنی کسی دردمند اور حاجتمند کی مالی یا بدنی علمی، اخلاقی، انفرادی یا اجتماعی مدد کر کے ثواب حاصل کرنا تو بڑی بات ہے اگر صرف ہونٹ یا قلم ہلا کر کسی کی سفارش میں دو بول بولکر یا لکھ کر کسی کی مدد کریگا تو بارگاہ خداوندی میں وہ بھی مقبول و محمود اور لائق اجر و فضیلت بن جائیگا۔

Marfat.com

بھیک مانگنے کی مذمت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک غریب انصاری حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے کسی چیز کا سوال کیا آپنے فرمایا یہ بتاؤ کیا تمہارے پاس کچھ بھی نہیں؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک بچھونا ہے جس کا کچھ حصہ اوڑھ لیتا ہوں اور کچھ حصہ بچھا لیتا ہوں اور ایک پانی کا پیالہ ہے اس کے سوا کچھ نہیں، آپ نے فرمایا اچھا یہی دونوں چیزیں ہمارے پاس لے آؤ، جب وہ اپنا بوسیدہ اور پھٹا پرانا بچھونا اور ایک شکستہ پیالہ لے کر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام جو اس وقت موجود تھے ان سبکو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں ان چیزوں کو فروخت کرتا ہوں تم میں سے کون ان کو خریدے گا؟ ایک صحابی اٹھے اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں اس کو دو درہم میں خریدتا ہوں، آپ نے پھر صحابہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا کوئی شخص دو درہم سے زیادہ اسکے دام لگائے گا! یہ سن کر اور ایک صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے دو درہم سے زیادہ اس کے دام لگا دئے۔

اس پر آپ نے یہ چیزیں ان کو فروخت کر دیں اور ان سے جو رقم حاصل ہوئی وہ اس انصاری کو دے دی اور فرمایا کہ اس میں سے ایک درہم کا کھانا خرید کر گھر میں دے دو اور باقی پیسوں سے رسی خرید کر لاؤ اور جنگل سے لکڑیاں اس سے باندھ کر لایا کرو اور شہر میں لا کر ان کو بیچ دیا کرو۔ یہ انصاری صحابی حضور اکرم صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل شروع کر دیتے ہیں اور پندرہ دن کے بعد جب دوبارہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے ہیں تو اس حال میں ہوتے ہیں کہ ان کے پاس پندرہ درہم کی کثیر رقم ہوتی ہے جس سے وہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے کچھ کپڑے اور غلہ خریدتے ہیں ان کی اس خوشحالی کو دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب بتاؤ یہ اچھا ہے؟ یا یہ اچھا تھا کہ کل قیامت کے دن تم اس طرح اٹھتے کہ تمہارے چہرے پر گدائی کا بدنما داغ لگا ہوا ہوتا (سنن ابی داؤد کتاب الزکوۃ باب ما تجوز فیہ المسئلۃ)۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ ''گداگری'' اور سوال کرنا اسلام کی نگاہ میں اسقدر قبیح اور گھناؤنا فعل ہے کہ مجبوری اور فاقہ کی حالت میں بھی اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی، یہی وجہ ہے کہ وہ انصاری غریب صحابی جن کے پاس نہ کھانے کو تھا نہ پہننے کو نہ اوڑھنے کو تھا نہ بچھونے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی سوال کرنے اور مانگنے کی اجازت نہ دی بلکہ ان کو کام پر لگا کے امت مسلمہ کو یہ سبق دے دیا کہ جب تک جسم میں طاقت اور رگوں میں خون ہے کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے بلکہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو اور اپنے ہاتھوں سے کما کر کھائے اور اپنے بچوں کا پیٹ پالے۔

دانائے سبل اور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے گدائی اور بھیک مانگنے سے جو اس قدر امت مسلمہ کو روکا حتی کہ بعض مقامات پر یہ تک فرما دیا کہ جو شخص مانگ کر حاصل کریگا اور سوال کر کے کھائیگا وہ حرام کھائیگا۔ (سنن ابی داؤد کتاب الزکوۃ

Marfat.com

باب ما تجوز فیہ المسئلۃ) تو گداگری کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سخت اور شدید رویہ کی بہت سی وجوہات ہیں جن میں سے ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس مذہب اسلام میں عزت نفس کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اسلام یہ کبھی گوارہ نہیں کرسکتا کہ کوئی مسلمان ذلت اور رسوائی کی زندگی بسر کرے یہی وجہ ہے کہ ہم کو صرف ایک ذات برحق کے آگے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا اور دوسرے تمام سجدوں سے منع کردیا کہ مٹی کی مورتیوں، پتھروں کے مجسموں یا شمس وقمر اور گائے بیلوں کے آگے سر کو جھکانے میں ہماری عزت نفس مجروح نہ ہوجائے۔

اور صاف فرمادیا کہ "**لیس للمؤمن ان یذل نفسه**" (مجمع الزوائد ص۲۷۲ ج ۷، جامع مسانید ابوحنیفہ ۱۲۵) کہ کسی مؤمن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل ورسوا کرے اسی طرح اگر ہم اسلام کے دیگر احکامات پر نظر ڈالیں تو وہاں بھی ہمیں یہی اصول کارفرما نظر آئے گا، مثلاً فحاشی، عریانی، زنا کاری، شراب نوشی، جوا اور سٹہ بازی اور ان جیسے دیگر منہیات کے حرام ہونے میں یہی حکمت اور مصلحت ہے کہ یہ چیزیں انسان کی عزت نفس اور اس کی خودداری کو ختم کردیتی ہیں لہذا اسلام میں اسکو حرام کردیا گیا۔

الغرض اسلام میں عزت نفس اور خودداری کا بڑا مقام ہے اور یہ عزت نفس اور خودداری گداگری اور بھیک مانگنے میں پاش پاش ہوجاتی ہے انسان کی حمیت اور غیرت کے تمام شیشے چکنا چور ہوجاتے ہیں وہ دردر کی ٹھوکریں کھاتا ہے، ہزار لوگوں کے طعنے سنتا ہے، سینکڑوں کی جھڑکیاں سہتا ہے، گھروں سے دھکے دیکر باہر نکالا جاتا ہے، پھر بھلا ایسی صورت اور حالت میں اسکی عزت نفس کہاں برقرار

Marfat.com

رہ سکتی ہے اسہی لئے بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے فعل کی شدت کے ساتھ ممانعت فرمادی جو انسان کی عزت اور حرمت کو پائمال کردے۔ اور سوال کرنے کو حرام قرار دیکر مجبوری کی حالت میں بھی اس سے منع کردیا تاکہ کہیں مسلمان کی ''عزت'' کا آبگینہ ریزہ ریزہ نہ ہوجائے۔

اب ذرا وہ لوگ غور کریں جو تندرست اور صحت مند ہوتے ہوئے، مال و دولت ہونے کے باوجود بھی بھیک مانگتے ہیں وہ اسلام کی نظر میں کتنے سخت جرم کے مرتکب ہورہے ہیں۔ اسکے علاوہ سوال کی ممانعت میں اقتصادی اور معاشی خوشحالی کا راز بھی مضمر ہے اس لئے کہ اگر لوگ بیکار اور بے مقصد بھیک مانگتے رہیں گے تو وہ ملک اور معاشرے پر ایک بوجھ بن جائیں گے۔ لیکن اگر وہ کسی کام میں لگ جائیں گے مزدوری یا کوئی اور پیشہ تجارت وغیرہ کرکے اپنا پیٹ پالیں گے تو نہ صرف کہ وہ خوشحال ہونگے بلکہ اس سے ملک خوشحال ہوجائیگا اسلئے کہ ملک کے کاروبار، تجارت، صنعت وحرفت میں ترقی ہوگی اور اسطرح ملک وملت ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوجائیں گے۔

Marfat.com

وصیت کے احکام

وراثت کے احکامات اور وارثوں کے مقررہ حصوں کے بیان سے قبل قرآن نے تقسیم دولت کیلئے وصیت کو ہر مسلمان کیلئے لازمی اور فرض قرار دیا۔ لیکن ناگہانی موت کی صورت میں وصیت نہ کئے جانے کے باعث بڑی مشکلات پیش آجاتی تھیں مثلاً رشتہ داروں میں جو بھی زورآور ہوتا تھا وہ ہی مرنے والے کے تمام مال پر قابض ہو جاتا تھا لہٰذا وصیت کی فرضیت کا حکم منسوخ ہوا اور آیہ کریمہ نازل ہوئی "**یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین**" ان متعدد آیات میں وارثوں کے من جانب اللہ حصے مقرر کر دئے گئے لیکن وصیت کو پھر بھی جائز رکھا گیا۔ اسلئے کہ اکثر مرنے والے کے بعض متعلقین ایسے ہوتے ہیں جو اسکے اپنے رشتہ داروں اور وارثوں سے زیادہ اسکے خدمت گزار اور اسکے محسن ہوتے ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری دولت سے انکو بھی کچھ حصہ ملے تاکہ اس طرح انکا کچھ حق خدمت بھی اداء ہو جائے اور انکے احسانات کا کچھ انکو بدلہ بھی مل جائے۔ اسلئے شریعت نے وصیت کو تہائی مال میں جائز رکھا تاکہ وہ اپنی مرضی سے ان اپنے دوستوں اور محسنوں کو بھی اپنے مال میں سے حصہ دے سکے، جن کو رشتہ داری کی بناء پر شرعی طور سے حصہ نہیں مل سکے۔

اس کے علاوہ وصیت کے جائز رکھنے کی ایک حکمت اور مصلحت یہ بھی ہے کہ انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اسکے مرنے کے بعد اسکا پیسہ کسی نیک دینی اور فلاحی کام میں لگ جائے تاکہ جب تک وہ نیک کام دنیا میں ہوتا رہے ہمیشہ ہمیشہ اسکا ثواب اسکو ملتا رہے اور اسکی آخرت سنور جائے لہٰذا اس نیک خواہش کی تکمیل کیلئے شریعت نے اسکو اسکے مال میں وصیت کی اجازت دی لیکن اس صورت میں دوسرے ورثاء کی حق تلفی

Marfat.com

نہ ہونے پائے اسکے لئے شریعت نے دو قیدیں لگادیں پہلی تو یہ جسکے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک ہے کہ **"ان اللہ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث"** (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ ۲۶۷) اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اسکا حق اور اسکا حصہ عطاء فرمادیا یعنی رشتہ داروں کے حصہ مقرر فرمادیے لہٰذا اب وصیت نہیں کی جائیگی کیونکہ جب انکے حق اور استحقاق کے مطابق شریعت نے انکا حصہ انکو دے دیا تو پھر انہیں میں سے بعض کیلئے وصیت کے ذریعہ مزید مال دیکر دوسروں کی حق تلفی کرنے سے کیا فائدہ۔

لہٰذا شرعی وارثوں کیلئے وصیت نہ ہوگی اور دوسرا اصول یہ ہے کہ شرعی وارثوں کی حق تلفی بھی نہ ہونے پائے یعنی مرنے والے کو یہ جائز نہیں کہ وہ اپنا تمام کا تمام مال راہ خدا میں یا کسی اور اپنے دوست اور عزیز کو وصیت میں دے جائے، اسکے لئے شریعت نے تہائی مال کی حد مقرر فرمادی کہ اس سے زیادہ میں وصیت جاری نہیں ہوسکتی چنانچہ حضرت سعد بن وقاص فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا نبی رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اپنے مال کی وصیت کردی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا کتنے مال کی وصیت کی ہے؟ عرض کیا کہ اپنا تمام مال میں نے راہ خدا میں دینے کی وصیت کی ہے آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنی اولاد کیلئے کیا چھوڑا انہوں نے عرض کیا حضور وہ تو خود دولت مند اور غنی ہیں انہیں کوئی ضرورت نہیں لیکن اگر آپ فرماتے ہیں تو میں ان کیلئے اپنے مال میں سے دسویں حصے کی وصیت کردیتا ہوں جب آپ نے انکار فرمایا تو انہوں نے آخر میں عرض کیا کہ پھر میں تہائی مال کی وصیت کردوں آپ نے فرمایا ہاں ان کے لئے بہت رہیگا۔ (صحیح بخاری جلد اول کتاب الوصایا)

Marfat.com

عدل وانصاف

مسند احمد کی ایک روایت ہے کہ ''ابوحدرد'' اسلمی رضی اللہ تعالی عنہ ایک مفلوک الحال صحابی تھے جنکی غربت کا یہ عالم تھا کہ سوائے بدن کے کپڑوں کے ان کے پاس اور کچھ نہ تھا، انہوں نے ایک یہودی سے کچھ قرضہ لیا ہوا تھا، ایک روز یہودی اپنا قرضہ لینے کے لئے ان کے پاس آیا اور اپنے پیسے طلب کئے، آپ کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا جس سے اس کا قرض اتارتے لہذا دو تین روز کی اس سے مہلت مانگی لیکن وہ یہودی دو تین روز کی مہلت دینے پر کسی طرح راضی نہ ہوتا تھا۔

آخر یہ معاملہ حضور کی بارگاہ عدل و انصاف میں پیش ہوا، آپ نے حضرت اسلمی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اس کا قرض ادا کرو، انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں سوائے تن کے کپڑوں کے، غزوۂ خیبر قریب ہے شاید وہاں سے واپسی پر کچھ مال غنیمت ملے تو میں اس سے اس کا قرض ادا کردوں گا، آپ نے انکے اس عذر کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ نہیں بلکہ اس کا قرض ابھی ادا کرو، راوی کا بیان ہے کہ جب بارگاہ نبوت سے ان کے خلاف یہ فیصلہ ہوگیا تو اس فیصلے پر حضرت اسلمی نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنا تہبند اتار کر اس یہودی کو فوراً قرض میں دے دیا، اور سر سے اپنا عمامہ کھول کر اپنی کمر سے لپیٹ لیا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۳ معجم صغیر طبرانی)۔

یہ ہے وہ بارگاہ مصطفیٰ کا عدل وانصاف جس نے دشمنوں کو بھی اسلام اور بانئ اسلام کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ اگر آنحضرت چاہتے تو اس یہودی سے دو چار دن

Marfat.com

کی مہلت کے لئے فرما سکتے تھے اور آپ کی یہ سفارش بے جا بھی نہ ہوتی اس لئے کہ اس وقت حضرت اسلمی کے پاس کچھ نہ تھا جس سے وہ اس کا قرض اتارتے، لیکن اپنے محبوب صحابی کی کوئی رعایت نہ کی اور اس کے لئے چند دن کی مہلت بھی طلب نہ کی تا کہ آنے والا مؤرخ کہیں یہ نہ کہہ دے کہ ''عدل وانصاف'' کے اس علمبردار نے اس فیصلے میں بیگانوں کے مقابلے میں اپنوں کا پاس رکھا ہے اور ان کی رعایت کی ہے، بلکہ تن کے کپڑے ایک یہودی کے قرض میں اتروا کر تاریخ میں عدل کی ایک مثال قائم کر دی۔

ذرا غور کریں وہ لوگ جو اپنے دوستوں اور بھائیوں کے قرض لئے بیٹھے ہیں اور استطاعت وہمت کے باوجود ان کے قرض ادا نہیں کرتے، عدل مصطفیٰ کا تو یہ تقاضا ہے کہ اگر گھر میں کچھ بھی نہ ہو تو تن کے کپڑے اتار کر قرض دار کا قرضہ ادا کیا جائے نہ کہ یہ کہ سب کچھ ہوتے ہوئے اس کا قرضہ نہ ادا کیا جائے اور اس کو خواہ مخواہ پریشان کیا جائے۔ اسلامی نظام میں ''عدل'' کا لفظ ایک ہمہ گیر وسعت کا حامل ہے۔ اس کا مفہوم صرف عدالتی نظام میں انصاف کے قائم کرنے تک محدود نہیں بلکہ معاشی، معاشرتی، اقتصادی اور سماجی ہر قسم کے امور میں انصاف اور اعتدال پیدا کرنے میں مستعمل ہے۔

چنانچہ قرآن پاک نے متعدد مقامات پر زندگی کے مختلف مگر اہم شعبوں میں عدل وانصاف کا حکم دیا، مثلاً معاشرتی زندگی میں سب سے زیادہ عدل و انصاف کی ضرورت ان لوگوں کو ہوتی ہے جو ایک سے زائد بیویوں کے شوہر ہیں لہذا ایسے لوگوں کو سورۃ النساء میں حکم دیا جاتا ہے کہ ''' اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو

Marfat.com

کہ تم کئی بیویوں میں عدل و انصاف نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی سے شادی کرو'' اسی طرح معاشرے میں یتیموں کا مسئلہ بھی بڑا نازک ہے، اکثر یتیموں کا خیال نہیں رکھا جاتا، ان کے ساتھ بے پرواہی اور بے اعتنائی برتی جاتی ہے لہذا یتیموں کے متعلق بھی اسی سورۃ النساء میں ارشاد ہوتا ہے کہ ''یتیموں کے حق میں انصاف ملحوظ رکھو'' اسی طرح معاشی اور اقتصادی نظام میں سب سے اہم چیز خرید و فروخت اور لین دین ہے جس سے ہر شخص کو واسطہ پڑتا ہے، کون ایسا شخص ہے جو اپنی زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بازار جا کر لین دین اور خرید و فروخت میں مصروف نہیں ہوتا اب اگر لین دین کے معاملے میں عدل و انصاف ختم ہو جائے اور ناپ تول میں کمی کی جانے لگے تو اس کا نقصان صرف ایک یا دو اشخاص تک محدود نہیں رہے گا بلکہ پوری قوم اس نقصان سے دوچار ہوگی، استحصال بڑھتا چلا جائے گا اور معاشی ناہمواری پوری انسانیت کو اپنے شکنجے میں جکڑ لے گی، لہذا اس عظیم نقصان سے انسانیت کو بچانے کے لئے قرآن نے وزن اور پیمانہ میں عدل و انصاف کرنے کا حکم دیا اور سورۃ انعام میں حکم ہوا کہ انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ کرو اور پورا پورا تولو۔

عدالتی معاملات میں ''عدل و انصاف'' کے متعلق قرآن و حدیث نے مختلف امور کا ذکر فرمایا جس میں سب سے اہم ''عدل'' کا ایک یہ زریں اصول بیان فرمایا" **واذاقلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی** "کہ اگر گواہی دینی ہو یا فیصلہ کرنا ہو جب بھی کوئی بات کہو تو ہمیشہ انصاف کی بات کہنا اور عدل سے کام لینا اگرچہ تمہارا قربت دار ہی کیوں نہ ہو یعنی رشتہ داری کو دیکھتے ہوئے فیصلہ نہ کرنا بلکہ

Marfat.com

جوحق ہو وہ کہنا۔ اسی طرح اس زمانہ میں یہ رواج تھا کہ جو دولت مند اور عزت والے ہوتے تھے ان کے ساتھ فیصلہ کرتے وقت رعایت برتی جاتی تھی اور عام لوگوں کے ساتھ سختی برتی جاتی تھی، لیکن اسلام نے اس تفریق کو ختم کر دیا اور اعلان کر دیا کہ خدا کے قانون کی نظر میں سب برابر ہیں خواہ وہ امیر ہو یا کبیر، وزیر ہو یا سفیر، جو جرم کرے گا سب کو یکساں سزا ملے گی۔ یہ نہیں کہ اگر کوئی غریب چوری کر لے تو اس کے تو ہاتھ کاٹ دئے جائیں لیکن اگر کوئی امیر و کبیر، یا سفیر و وزیر چوری کریں بلکہ ڈاکہ ڈالتے پھریں تو ان کو کوئی پوچھنے والا نہ ہو، یہ ہیں اسلامی نظام کی خصوصیات جنکو چھوڑ کر ہم اس نظام کی برکات اور فوائد سے کبھی مستفید نہیں ہو سکتے۔

Marfat.com

یتیم کی پرورش

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں اور کسی یتیم بچے کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں دو انگلیوں کی طرح قریب ہونگے۔ (صحیح بخاری باب فضل من یعول یتیما، صحیح مسلم باب فضل الاحسان الی الیتیم) دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد والا کا مقصد لوگوں کو یتیموں کی نگہداشت اور ان کی کفالت کی طرف ترغیب دلانا تھا کیونکہ یتیم ایک ایسی مظلوم اور معصوم ذات ہے جس پر ہر دور میں ظلم ہوتا رہا اور کسی مذہب نے ہمدردی و غمگساری، امداد و پرورش کے بارے میں ان کو وہ حق نہیں دیا جس کے وہ مستحق تھے، جب ہم تورات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں عشر اور زکوۃ کے مستحقین کی فہرست میں صرف دوسرے لوگوں کے ساتھ یتیم کا نام نظر آتا ہے، اس کے علاوہ اور کوئی حکم ان کے متعلق نہیں ملتا، جب انجیل پر نظر ڈالتے ہیں تو اس بیچاری مظلوم ذات کا ہمیں سرسری سا ذکر بھی نظر نہیں آتا اور جب قبل از اسلام زمانۂ جاہلیت کی تاریخ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو یتیم کا ذکر ضرور ملتا ہے لیکن اس کے متعلق ایک ایسی دردناک داستان ملتی ہے جس کو پڑھ کر ایک دردمند انسان کلیجہ تھام کر رہ جاتا ہے۔

قرآن ان کے اس بہیمانہ سلوک کی اس طرح تصویر کشی کرتا ہے کہ "**فذالك الذی یدع الیتیم**" یہ وہ لوگ ہیں جو یتیم کو دھکے دے کر باہر نکال دیتے ہیں۔ یتیم کے بارے میں انہی عرب کے وحشیوں کی ایک اور سفاکانہ طرز کو

Marfat.com

قرآن یوں بیان کرتا ہے کہ ''**وتاکلون التراث اکلا لا**''یعنی یہ لوگ یتیموں کے جوان ہونے کے ڈر سے ان کے باپوں کا مال اور جائداد جلدی جلدی کھا پی کر ہضم کر جایا کرتے تھے تا کہ یہ بڑے ہو کر اپنے مال کہیں طلب نہ کر بیٹھیں، الغرض باپ کے سائے سے محروم ان بچوں پر جب ظلم کی انتہا ہوگئی، جب یہ دنیا اپنی وسعت کے باوجود ان کے چھوٹے سے وجود کے لئے تنگ پڑ گئی تو اس رب العالمین نے آمنہ کے لال، عبد اللہ کے در یتیم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا جس نے ان مظلوم بچوں کو اپنے سینے سے لگایا، ان کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو اپنی پیار بھری باتوں سے جوڑا، ان کے زخموں کو اپنی تعلیمات سے مندمل کیا، اور یہ اعلان فرما کر کہ ''قیامت کے دن میں اور کسی یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں دو انگلیوں کی طرح قریب ہونگے، لوگوں کو یتیموں کے حقوق سے اور مقام سے نہ صرف آشنا کر دیا بلکہ یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ان کی کفالت کرنے کا شوق لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا اور صرف یہی نہیں بلکہ یتیموں کے حقوق کی نگہداشت کے لئے وقتاً فوقتاً مزید احکامات سے روشناس کرایا جاتا رہا، چنانچہ سورۃ نساء کی متعدد آیات میں سب سے پہلے ان یتیموں کو وراثت کا حق دلایا گیا ہے جس کو شقی القلب وحشیوں نے ختم کر دیا تھا، اس کے بعد جو جاہلیت کے زمانہ میں یتیموں کی کفالت کا ذمہ لیکر ان کا تمام پیسہ ہضم کر جایا کرتے تھے ان کے لئے حکم ہوتا ہے کہ یتیموں کو ان کے وارثوں کا چھوڑا ہوا مال دے دو، ان کے اچھے مال کو اپنے برے مال سے نہ بدلو اور نہ اپنے مال کے ساتھ ملا کر ان کا مال کھاؤ کہ بہت بڑے گناہ کی بات ہے۔

Marfat.com

اس کے علاوہ اسی سورۃ النساء میں ان کے متعلق مزید ہدایات یہ کی جاتی ہیں کہ ان کے مال کو اسراف سے خرچ نہ کرو اور جب تک ان کو پورا شعور نہ آجائے اس وقت تک ان کی رقم ان کے حوالے نہ کرو کیونکہ اگر ان کا مال بچپن میں ان کے حوالے کر دیا تو ابھی ناسمجھ ہیں سب کچھ لٹا کے بیٹھ جائیں گے لہٰذا ان کو جانچتے رہو، جب یہ سمجھ لو کہ اب ان کی عقل پختہ ہوگئی ہے تو پھر ان کی امانت ان کے سپرد کر دو اور ان کے بڑے ہونے تک ان کے اس مال اور ان کی اس امانت کو کس طرح رکھو اس کے لئے قرآن کہتا ہے کہ "**ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن**" یعنی یتیم کے مال کی ایسی نگہداشت کرو کہ اس کے قریب بھی نہ جاؤ، اس کو ہاتھ تک نہ لگاؤ، ہاں اگر اس ہی کی بھلائی کے لئے استعمال کرو تو کر سکتے ہو ورنہ بری نیت سے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھنا۔

الغرض قرآن و حدیث کی ان تعلیمات نے یتیموں کے متعلق وہ شفقت اور محبت کے جذبات لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دئے کہ اب ہر شخص یتیموں کو محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگا، پھر تو تعلیمات مصطفیٰ نے فضا کو ایسا بدلا کہ وہ ہی وحشی جو یتیموں کو دھکے دیکر باہر نکال دیا کرتے تھے اب وہ ہی شفقت و محبت سے اپنے گھروں میں یتیموں کی پرورش کرنے لگے، حضور کی ترغیب دلانے کا یہ اثر ہوا کہ ایک ایک یتیم کے لئے کئی کئی رحمت و شفقت کے ہاتھ بڑھنے لگے، ہر ایک اصرار کرتا تھا کہ اس یتیم کو میرے سپرد کر دیجئے تا کہ اس نیکی کو حاصل کر کے خدا کا مقرب بن جاؤں۔

تاریخ میں آتا ہے کہ پھر تو یہ عالم ہوا کہ ہر صحابی کا گھر یتیم خانہ بن گیا تھا،

Marfat.com

جہاں ہر ایک صحابی کسی نہ کسی یتیم کی بڑی محبت وشفقت کے ساتھ پرورش کررہا تھا اوراس پرفخرمحسوس کرتا تھا۔(صحیح بخاری باب عمدۃ القضاء) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تو یہ حال تھا کہ وہ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے کہ جب تک ان کے دسترخوان پر ان کے ساتھ کوئی یتیم بچہ نہ ہوتا تھا۔ (ادب المفرد لامام بخاری باب فضل من یعول یتیما) خود رسول کے گھرانے سے ایک معزز خاتون ام المؤمنین حضور کی لاڈلی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے یتیموں کے متعلق حضور کی تعلیمات پر عمل کر کے دکھایا اور اپنے خاندان کے علاوہ انصار کی یتیم لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے جا کر ان کی بڑی محبت اور شفقت سے پرورش کر کے تاریخ عالم میں ایک مثال قائم فرمائی۔ (مؤطا امام مالک کتاب الزکوۃ/سند احمد ج۶ ص۲۶۹/تذکرۃ الحفاظ لذھبی ج۶ ص۳۲)

Marfat.com

تجارت میں جھوٹی قسمیں کھانا

حدیث مبارک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھے گا بھی نہیں نہ ان کو پاک کریگا اس دن ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور سے عرض کیا کہ، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اس قدر ناکام اور ٹوٹے میں رہنے والے ایسے کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایک وہ شخص ہے جو تکبر کی وجہ سے اپنے کپڑے نیچے لٹکائیگا، دوسرا وہ شخص ہے جو کسی پر احسان کرکے اس کو جتاتا پھریگا اور تیسرا وہ شخص ہے جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال بیچے گا، (سنن ابوداؤد، کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار، ترمذی، ابن ماجہ، سنن نسائی) اس حدیث سے یہ پتا چلا کہ جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے مال کو فروخت کرنا سخت گناہ ہے، اور کیوں نہ ہو اسلئے کہ صرف جھوٹ بولنا ہی اسلام میں ایک گھناؤنا فعل شمار کیا جاتا ہے بلکہ تمام برائیوں کی جڑ مانا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ" **ان اللہ لایھدی من ھوکاذب کفار**" کہ جو شخص جھوٹا اور احسان فراموش ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو راہ ہدایت نہیں دکھاتا تمام نیکیوں کے دروازے اس کیلئے بند ہو جاتے ہیں۔

اور برائیوں اور شروں کے راہ اس کے لئے کھل جاتے ہیں حتی کہ کفر تک وہ پہنچ جاتا ہے چنانچہ جب حضور سے پوچھا گیا کہ دوزخ میں پہنچانے والا کام کونسا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا ہے کہ جب انسان جھوٹ بولے گا تو گناہ کے کام

Marfat.com

کریگا جب گناہ کے کام کریگا تو کفر کریگا اور جب کفر کریگا تو دوزخ میں چلا جائیگا (مسند احمد جلد ۱، ص ۱۷۶) یہی وجہ ہے کہ لعنت بھیجنا جو کافروں اور مشرکوں کیلئے ہوتا ہے وہ اگر مسلمانوں میں کسی پر روا ہے تو وہ جھوٹ بولنے والے پر ہے، خود قرآن کا ارشاد ہے کہ "**فنجعل لعنت الله علی الکاذبین**" تو اب ذرا غور فرمایئے کہ جب کسی عام شخص سے جھوٹ بولنا اتنا سخت جرم ہے اور اسکی اتنی قباحتیں ہیں تو پھر جھوٹی قسمیں کھانا کس قدر ہیبت ناک جرم ہوگا اور اسکے کتنے ضرر رساں اثرات ہوں گے اسلئے کہ کسی چیز پر قسم کھانا درحقیقت اس بات کی صداقت اور سچائی پر خدا کو گواہ بنانا ہوتا ہے اول تو کسی دنیوی بات پر اور لین دین کے معاملات پر سچی قسم بھی نہیں کھانی چاہئے اسلئے کہ اس حقیر اور ذلیل دنیا کا اتنا مرتبہ نہیں کہ خدائے بزرگ و برتر کے نام سے اسکی ترویج و اشاعت کی جائے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ خرابی ہے سوداگر کیلئے ان کلمات کے کہنے میں کہ بلٰی، واللہ، لا واللہ، تو جب ایک مسلمان کیلئے تجارت اور دیگر دنیوی معاملات میں سچی قسم کھانا بھی روا نہیں تو پھر جھوٹی قسم کھانا اور جھوٹی بات پر خدا کو گواہ بنانا کس قدر الم ناک اور لرزہ خیز جرم ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن اور حدیث میں ایسی جھوٹی قسموں کی بہت برائیاں آئی ہیں حتی کہ ایک مقام پر سرور کائنات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی قسم کا شمار شرک اور قتل جیسے عظیم گناہوں کیساتھ کیا (جامع ترمذی، ابواب البرّ والصلۃ، باب ماجاء فی حقوق الوالدین) اور ایک مقام پر یہاں تک فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کے حق کو جھوٹی قسم کھا کر لینا چاہیگا تو اللہ تعالیٰ اسپر دوزخ کی آگ کو واجب کردیگا (صحیح مسلم، کتاب الایمان باب وعید من اقتطع حق مسلم بیمین) اور پھر

Marfat.com

جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے مال کو بیچنے والے تاجروں کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ ان جھوٹی قسموں سے انکو دنیا کا بھی کوئی خاص نفع حاصل نہیں ہو سکے گا بلکہ نقصان ہی ہوگا ، کیونکہ اس صادق اور امین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کبھی غلط نہیں ہوسکتا اور آپ نے یہ فرمادیا ہے کہ ''**فانہ ینفق ثم یمحق**'' (صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد کتاب البیوع باب فی کراھیۃ الیمین فی البیع)۔ ''کہ جھوٹی قسمیں مال کو بکوا تو دیں گی مگر نفع یعنی برکت کو گھٹا دیں گی'' روحانی طور پر اس کے مال سے جو برکت ختم ہوگی اور ہمیشہ کی فراوانی کے باوجود اسکو جو تنگی آئیگی وہ تو ہے ہی چنانچہ بہت سے لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ نہ معلوم کیا بات ہے اسقدر ہم کماتے ہیں لیکن وہ یکدم ختم ہو جاتا ہے ، نہ معلوم اتنا پیسہ کہاں چلا جاتا ہے ہماری ضرورتیں تو جوں کی توں رہ جاتی ہیں اور پیسہ سب کا سب غائب ہو جاتا ہے ان لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے کاروبار اور اپنے پیسے میں غور کریں کہ اسمیں وہ کہاں کہاں بے ایمانی کرتے ہیں اور کہاں کہاں خدا کی نافرمانی سے پیسے حاصل کرتے ہیں اگر کہیں کوئی اس قسم کا معاملہ نظر آئے تو وہ اس کو خود ختم کر دیں پھر دیکھیں کہ اگرچہ وہ تھوڑے پیسے ہی کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ اسمیں بھی اتنی برکت دے دیگا کہ اس حقیر اور چھوٹی سی رقم میں ہی اسکی تمام جائز ضرورتیں پوری ہوتی چلی جائیں گی ، اور وہ مختصر سے پیسے اسکے حرام کے ہزاروں روپوں پر بھاری ہو جائیں گے اس کے علاوہ ظاہری طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا اس طرح ظہور ہوگا کہ اس پر سے اعتماد اور اعتبار اٹھتا چلا جائیگا آخر لوگ اس کی بے ایمانی کے باعث اس سے لین دین کم کر دیں گے یہاں تک کہ اسکی حالت بدتر سے بدتر ہوتی چلی جائیگی۔

Marfat.com

حلال کمائی

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو جسم حرام غذا سے پرورش پائیگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا'' (مشکوۃ بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان کتاب البیوع باب الکسب وطعم الحلال) اس حدیث مبارکہ میں ''رزق حلال'' کے حصول کی جو تاکیدیں کی گئی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکیزہ اور حلال رزق، نفس انسانی کے ارتقاء اور اس کے روحانی ارتقاء اور اس کے روحانی اطمینان وسکون اور ترقیات کا سبب بنتا ہے، آج اس ترقی یافتہ دور میں ہر شخص جسمانی صفائی اور ظاہری نمود ونمائش و چہرہ مہرہ اور لباس و بدن کو تو پاک وصاف رکھنے میں ہر وقت مصروف رہتا ہے لیکن افسوس روحانی، پاکیزگی اور باطنی طہارت وصفائی کا کوئی خیال نہیں رکھتا، حالانکہ اسلام نے ظاہری پاکیزگی کے ساتھ ساتھ روحانی اور نفسانی پاکیزگی پر بھی بہت زور دیا ہے، چنانچہ قرآن پاک میں "**یاایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا**" فرما کر ظاہری پاکیزگی کے ساتھ حلال کے لفظ سے باطنی پاکیزگی کا بھی ذکر فرمایا یعنی اپنے ایمان والوں کو یہ ہدایت کردی کہ جو تم رزق کھاؤ وہ ظاہری طور پر بھی ظاہری گندگی اور خرابیوں سے پاک ہونا چاہئے تاکہ تمہاری جسمانی صحت پر برا اثر نہ پڑے اور تمہارا جسم صحیح نشو ونما پا سکے، اسی طرح وہ تمہارا رزق باطنی نجاستوں اور گندگیوں سے بھی پاک ہونا چاہئے، وہ تمہارا رزق چوری، ڈاکہ، زنیٰ، رشوت، جوے یا سود وغیرہ سے حاصل کیا ہوا نہیں ہونا چاہئے یا دیگر اسلام کی حرام کی ہوئی اشیاء مثلاً شراب، افیون، بھنگ، مردار یا حرام جانوروں پر

Marfat.com

مشتمل نہیں ہونا چاہئے تا کہ تمہاری جسمانی صحت اور باطنی صفائی متاثر نہ ہونے پائے اور تمہارا ضمیر مردہ نہ ہو جائے، اس لئے کہ معاشرہ کی تمام برائیوں کی جڑ اصل اسہی انسانی ضمیر اور دل کا مردہ ہونا ہے اگر یہ مردہ ہوگیا تو پھر اس قوم کو فحاشی، عریانی، ظلم رسانی، رشوت ستانی الغرض کسی بھی بڑے سے بڑے جرم سے اسے کوئی نہیں روک سکے گا اور وہ قوم تنزلی اور ابتری کا شکار ہوتی چلی جائیگی، اسہی لئے علامہ اقبال کہتے ہیں کہ:

دلِ مردہ دل نہیں اسے زندہ کر دُوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

اس کے علاوہ حلال اور جائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی دولت معاشرہ کے لئے بھی آسودگی، اطمینان اور راحت کا سبب بنتی ہے اور خود اس کے کمانے والے کے لئے بھی، اسلئے کہ ناجائز معاشی استحصال کے باعث غریبوں کے خون پسینے کی کمائی ہوئی تمام دولت سمٹ کر جب چند ہاتھوں میں آجاتی ہے تو غریبوں کے انتقام کی آگ ان دولتمندوں کے عشرت کدوں کو ایک نہ ایک دن جلا کر خاکستر کر دیتی ہے تاریخ شاہد ہے کہ کتنے ہی ملک اسہی معاشی زبوں حالی کے سبب سرخ انقلاب کی آماجگاہ بن گئے، اور اسہی کے باعث کتنی حکومتیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں اس کے برخلاف حلال ذرائع سے حاصل کی ہوئی دولت کے سبب نہ کمانے والا کسی غریب کی انتقامی کاروائی کا شکار ہوتا ہے نہ اسے کسی قانونی گرفت اور سزا کا خوف ہوتا ہے نہ وہ اس جہاں اور اس جہاں میں جواب دہی کے ڈر سے ہر وقت پریشان حال رہتا ہے اور نہ معاشرہ میں کوئی بے چینی پیدا ہوتی ہے بلکہ ہر شخص آسودہ حال آرام کی زندگی بسر کرتا ہے۔

Marfat.com

کسب حلال

مذہب اسلام انسان کو مال و دولت کمانے سے نہیں روکتا بلکہ وہ تو اسکو نکما بیٹھ کر صرف روٹی توڑتے رہنے سے منع کرتا ہے اور روزی کمانے کو اسکے لئے فرض قرار دیتا ہے لیکن وہ اسکے ساتھ شرط ضرور لگاتا ہے کہ وہ روزی حلال، جائز اور شریعت کے مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر کمائی جائے چنانچہ آنحضرت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ " **طلب کسب حلال فریضة بعد الفریضة** " (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان) فرضوں کے بعد ایک فرض حلال روزی کمانا ہے یہاں حلال کی قید اسلئے لگائی گئی کہ حلال طریقوں اور جائز راستوں سے حاصل کیا ہوا رزق ہی انسان کی دینی اور دنیوی ترقیات کا موجب اور سبب بنتا ہے اگر کسب حلال نہ ہو تو خواہ وہ کتنی ہی کوٹھیوں ، بنگلوں، کاروں ، اور زمینوں کا مالک کیوں نہ ہو، کتنا ہی اسکا بینک بیلنس کیوں نہ ہو ایسا شخص نہ صرف یہ کہ آخرت کے فضائل و درجات کو کھو کر اپنے لئے جہنم کے دہکتے ہوئے انگارے تیار کر لیتا ہے بلکہ وہ دنیا میں اخلاقی گراوٹ اور رذائل کا بھی شکار ہو جاتا ہے کیونکہ یہ حرام رزق کی خصوصیت ہے کہ وہ جب جسم میں پہنچتا ہے تو وہ آدمی کے اسلامی اوصاف و فضائل اور انسانی احساسات و جذبات کو آہستہ آہستہ فنا کر دیتا ہے جسکا واضح نتیجہ اخلاقی اور روحانی تنزلی کی صورت میں نکلتا ہے، اسہی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نفرت دلاتے ہوئے فرمایا کہ حرام روزی سے بنے ہوئے خون کے لئے یہ زیادہ اچھا ہے کہ وہ

Marfat.com

آگ میں جلادیا جائے ۔دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا کہ: کوئی کپڑا اگر خریدا جائے اور اس میں ایک پیسہ بھی حرام کا ہو تو اس کپڑے کو پہن کر آدمی جب تک نماز پڑھیگا اسکی کوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔

اسکے برخلاف رزق حلال انسان میں عمدہ خصائص کے پیدا ہونے، روحانی اور ذہنی ارتقاء کا سبب بنتا ہے جسکی طرف اس حدیث مبارک میں یوں ارشاد فرمایا گیا کہ آدمی جب حلال روزی کماتا ہے تو اسکا قلب نور سے معمور ہوجاتا ہے اور حکمت وعقلمندی اس سے پھوٹنے لگتی ہے۔اسہی طرح دعا کی قبولیت کہ جس پر انسان کی دینی اور دنیوی ترقیوں کا مدار ہے وہ بھی اسہی رزق حلال پر موقوف ہے ذرا اس حدیث پر نظر ڈالئے جس میں حضرت سعد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا فرمایئے کہ میں مستجاب الدعوات ہوجاؤں یعنی میں جو دعا کروں وہ اللہ کی بارگاہ میں فوراً قبول ہوجایا کرے اسپر آپ نے عظیم راز آشکارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کسب حلال اختیار کرو تمہاری دعائیں قبول ہوجائیں گی۔(الترغیب) بہرحال پتہ یہ چلا کہ حلال کی روزی تمام نیکیوں، عمدہ خصائل، اور اعلیٰ فضیلتوں کے حصول کی کنجی ہے۔

اور اسکے برخلاف حرام کی کمائی تمام برائیوں، بری عادتوں اور ہر قسم کی تنزلیوں کی جڑ اور اساس ہے یہی وجہ ہے کہ اس امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک لوگوں نے حرام رزق کے معاملہ میں انتہائی احتیاط کا مظاہرہ فرمایا اور وہ چیزیں جو واضح طور پر حرام تھیں مثلاً۔چوری یا ڈاکہ، کسی کا غصب شدہ مال یا سود

Marfat.com

وغیرہ انکا تو لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہ امور جو حلال تھے لیکن ان میں کچھ تھوڑا سا شبہ بھی ہوتا تھا ان نیک بندوں نے اسکو بھی چھوڑ دیا ایسے تقوے کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ایک دفعہ مال غنیمت میں بہت سی مشک آئی حضرت عمر نے اسکو گھر میں لاکر رکھ دیا تا کہ دوسرے دن اس کو فروخت کر کے اسکی رقم تمام مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائے دوسرے دن جب آپ گھر میں آئے تو آپ کو اپنی بیوی کی چادر میں سے مشک کی خوشبو آئی آپ کے استفسار پر انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آپ کے کہنے پر مشک کو تولا تھا تو ہاتھوں میں کچھ مشک لگ گیا تھا وہ میں نے چادر پر لگا لیا تھا آپنے وہ چادر اتاری اور اسکو اتنا دھویا کہ اسکی خوشبو زائل ہوگئی حالانکہ یہ چیز معاف تھی لیکن ان کے تقوے نے اس کو بھی گوارہ نہیں کیا۔

Marfat.com

ملاوٹ اور دھوکہ دہی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو غلہ بیچ رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ غلہ اچھا معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب گئے اور اس کو اپنے ہاتھ سے دیکھنے لگے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلہ کے اندر ہاتھ ڈالا تو آپ کو اپنے ہاتھ میں کچھ تری اور گیلا پن محسوس ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ بیچنے والے سے فرمایا: یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ غلہ بارش کی وجہ سے کچھ گیلا ہو گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم نے اس بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کیوں نہیں رکھا تا کہ لوگ اس سے دھوکہ نہ کھائیں، پھر فرمایا کہ جو شخص دغا اور دھوکہ کریگا وہ ہم میں سے نہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب من غش فلیس منا) ملاوٹ اور دھوکہ کرنے والوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ وہ ہم میں سے نہیں۔ یہ ایک ایسی وعید ہے جو ایک مسلمان کو ان ناجائز اور حرام امور سے باز رکھنے کے لئے کافی ہے، اسلئے کہ ایک مسلمان کے لئے سب سے بڑھ کر قابل فخر اور لائق عزت چیز یہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہے، اقوام عالم میں اس کی سرخروئی کی صرف ایک وجہ ہے کہ وہ دامن مصطفیٰ کے ساتھ وابستہ ہے اور فخر انبیاء کے گروہ میں اور ان کی جماعت میں شامل ہے، اس کے لئے یہ تصور بھی روح فرسا اور قیامت انگیز ہے کہ حضور اسکو اپنی جماعت سے نکال دیں اور یہ فرمادیں کہ یہ ہم میں سے نہیں لہذا وہ ایسے گندے اعمال اور برے افعال کی طرف کبھی جانے کا

Marfat.com

سوچے گا بھی نہیں اسکی اپنے آقا سے جدائیگی ہو جائے اور اسکو حضور یہ فرما کر اپنے سے دور کر دیں کہ ''یہ ہم میں سے نہیں'' تو چونکہ ''ملاوٹ اور دھوکہ دہی'' بھی ایسے قبیح افعال ہیں کہ جن کے مرتکب افراد کو حضور فرماتے ہیں کہ یہ ہم میں سے نہیں، لہذا ایک سچا مومن اور حضور کا شیدائی ان امور کا ارتکاب کرنا تو درکنار ان کے متعلق سوچے گا بھی نہیں۔

علاوہ ازیں وہ شخص جو ملاوٹ، دھوکہ یا دیگر جرائم کا ارتکاب نہیں کرتا وہ حقیقت میں کامل مومن کہلانے کا مستحق ہے اسلئے کہ حضور نے کمال ایمان کی ایک نشانی اور علامت یہ بیان فرمائی کہ ''مومن کامل اپنے بھائی کیلئے وہ ہی پسند کرے گا جو اپنے لئے پسند کرتا ہے'' (صحیح بخاری کتاب الایمان ج ا ص ٦) یہ ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا جامع اصول بیان فرما دیا ہے جو تمام جرائم اور اخلاق رذیلہ کو نیست و نابود کر دیتا ہے، اسلئے کہ ایسا کون شخص ہے جو اپنی ذات کے لئے اشیائے خوردنی میں ملاوٹ کو پسند کریگا، کون ہے جو اپنے لئے پسند کریگا کہ کوئی شخص اسکو دھوکہ دے کون ہے جو اپنے لئے پسند کریگا کہ اسکو خراب مال نیک لگا دیا جائے لہذا اگر وہ کامل مؤمن ہے اسکو چاہئے کہ وہ جو چیزیں اپنے لئے پسند نہیں کرتا وہ اپنے بھائی کیلئے بھی پسند نہ کرے اور انکو دھوکہ اور فریب سے محفوظ رکھ کر اپنے کمال ایمان کا ثبوت پیش کرے۔

ہمارے اسلاف کے تذکرے ایسے کامل الایمان لوگوں کے حالات سے جگمگا رہے ہیں جنہوں نے اپنے آقا و مولیٰ نبی رؤوف و رحیم کے ارشاد اور منشا پر کامل عمل کر کے دکھایا چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے متعلق لکھا ہے کہ انکی

Marfat.com

ایک کپڑے کی دکان تھی جس میں انکا نوکر کپڑے فروختکرتا تھا دکان میں ایک کپڑے کا تھان تھا جسمیں عیب تھا ان کے نوکر نے ایک گاہک کو عیب اور نقص دکھائے بغیر پوری قیمت پر وہ کپڑا فروخت کردیا اگر اس مقام پر آج کا تاجر ہوتا تو وہ خوشی سے کھل اٹھتا لیکن حضرت امام اعظم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپکا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا، آپ نے اپنے نوکر کو سخت سرزنش کی اور فرمایا کہ تم نے ایک مسلمان کو کیوں دھوکہ دیا اسکو عیب کے متعلق کیوں نہیں بتایا جاؤ یہ ساری رقم خیرات کردو یہ ہے وہ کردار کی بلندی جس نے مسلمانوں کو ہمدوش ثریا کردیا اسکے برخلاف آج ملاوٹ اور دھوکہ دہی کے باعث اسقدر اخلاقی پستی ہے کہ مسلمان قعر مذلت میں گرتے چلے جارہے ہیں۔

Marfat.com

بے جا منافع خوری

بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے ایسے شخص پر جو فروخت میں آسانی اور نرمی برتنے والا ہے (مشکوۃ بحوالہ صحیح بخاری باب المساہلۃ فی المعاملۃ) اس حدیث میں اشارہ ہے کہ کسی مال کی بے انتہا قیمت بڑھا کر اس پر بے جا اور بے تحاشہ منافعہ حاصل کر کے لوگوں کو مشکل میں مبتلا نہ کرو بلکہ ضرورت کے مطابق جائز منافع وصول کر کے مخلوق خدا پر آسانی کرو تو خدا تم پر آسانی کریگا اور تمہاری دینی اور دنیوی مشکلوں کو آسان کر کے اپنی ردائے رحمت میں تمکو ڈھانپ لیگا علاوہ ازیں اپنے مال پر جائز منافعہ حاصل کرنا کیوں نہ خدا کی رحمت اور رضامندی اور خوشنودی کا باعث بنے اسلئے کہ یہ عبادت انسان کو بہت سی برائیوں سے بچالیتی ہے اسکے نفس کو بہت سے اخلاق رذیلہ سے نجات دلا دیتی ہے اور بہت سی عمدہ صفات سے اس کے نفس کو متصف کر دیتی ہے مثلاً: اگر ایک شخص ناجائز منافع خوری کرتا ہے تو وہ جھوٹ جیسی بری اور لائق ملامت اور قران کی رو سے قابل لعنت صفت کیساتھ ضرور متصف ہوگا اسلئے گاہک کو اس قابل فروخت چیز کی اصلی قیمت اگر صحیح بتادی جائے تو وہ اس اصلی قیمت کو دیکھتے ہوئے اتنا زیادہ منافع دینے پر کبھی راضی نہیں ہوگا لہٰذا لامحالہ جھوٹ اور کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے اسکو اصل قیمت غلط بتا کر اسکی تسلی کرنی ہوگی تو اسطرح وہ اپنے اس ناجائز منافعہ کے حصول میں دو برائیوں کو حاصل کر کے

Marfat.com

کامیاب ہوگا۔

ایک جھوٹ اور دوسرا ایک مسلمان کو دھوکہ اور فریب دینا، جبکہ دونوں ایسی صفت ہیں کہ اسلام میں ان کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ایک مسلمان کی یہ صفت ہی نہیں ہوسکتی اسکے علاوہ اگر گاہک کو اسکی باتوں پر یقین نہ آیا تو اسکو یقین دلانے کیلئے اس کو جھوٹی قسمیں تک کھانی پڑیں گی جو اس سے بھی بدتر گناہ ہے اور خدا کے قہر وغضب کا موجب ہے ایسا گناہ کہ جسکے لئے ارشاد رسول ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص پر جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرتا ہے نظر بھی نہیں ڈالیگا، (صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ) اور پھر ایک برائی اسکو یہ بھی کرنی پڑیگی کہ منافع حاصل کرنے کیلئے اپنے مال کی بیجا تعریف میں لغو کلام بھی کرنا پڑیگا اسکی اچھائیوں کے جھوٹے سچے قصیدے بھی پڑھنے ہونگے۔

اگرچہ اس وقت اس کو اس پنے طول طویل اور بے فائدہ کلام کا کچھ احساس نہیں لیکن کل قیامت کے دن جب حساب وکتاب کے وقت اسکو ایک ایک کلمہ اور ایک ایک لفظ کا حساب دینا ہوگا تب اسکو اس برائی کا احساس ہوگا اور اس وقت اسکو پتہ چلے گا کہ اس نے اتنے لغو اور بے فائدہ باتیں کر کے اپنے لئے کتنی مصیبت مول لے لی ہے، اور یہ کوئی افسانہ نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ جسکا ہر شخص کو سامنا کرنا ہے۔

قرآن اسپر شاہد ہے ''**ومایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید**'' الغرض ناجائز منافعہ خوری نہ ایک ایسی برائی ہے جسکی وجہ سے انسان سے

Marfat.com

دوسری برائیاں اور دیگر جرائم خود بخود بھی سرزد ہوتے ہیں اور اسکے برخلاف اگر آدمی جائز نفع حاصل کرے تو نہ صرف یہ کہ وہ بہت سی برائیوں سے پاک ہوجاتا ہے بلکہ اوصاف حمیدہ اور اخلاق جمیلہ سے خود بخود متصف ہوتا چلا جاتا ہے مثلا: یہ کہ حرص ایسی مذموم صفت ہے کہ جو انسان کی دین و دنیا کو برباد کردے جسکے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''حرص'' وہ چیز ہے جس نے پہلی قوموں کو تباہ کردیا اسہی حرص نے انسے بخل کروایا، اسہی نے ان سے رشتوں کو قطع کروایا، اسہی نے انکو فسق و فجور پر آمدہ کیا، اسہی نے انسے بے گناہوں کو قتل کروایا (صحیح مسلم باب تحریم الظلم، ابوداؤد، حاکم، صحیح ابن حبان) الغرض حرص وہ مکروہ صفت جو تمام عیوب اور جرائم کی جڑ ہے جائز منافع خوری کی عادت ڈالنے پر انسان اس خبیث عادت سے بھی پاک ہوجاتا ہے اور انسان میں حلال وحرام ذرائع سے دولت جمع کرنے کی جو حرص ہے وہ اسکو اپنانے کے بعد کم ہوتی چلی جاتی ہیں بلکہ دوسروں کیساتھ ہمدردی وغمگساری انکے ساتھ عدل ایثار اور حسن سلوک کے جذبات اسکے اندر موجزن ہونے لگتے ہیں اور اسکا قلب صبر وتوکل وجود وسخا اور شکر وقناعت جیسی عمدہ اور محبوب خصائل سے آراستہ وپیوستہ ہوجاتا ہے۔

Marfat.com

قرض کی جلد ادائیگی

حضرت زید بن شعثہ رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے قبل مذہباً یہودی تھے اور لین دین کا کاروبار کرتے تھے۔ آنحضرت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ قرض لیا اور اس قرض کی ادائیگی کی ایک میعاد اور وقت مقرر کر دیا، ابھی وہ میعاد آنے بھی نہ پائی تھی اور اس مقررہ وقت کے آنے میں ابھی چند روز باقی تھے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے قرض کے تقاضے کے لئے آ گئے اور اس تقاضے میں انہوں نے اتنا غیر مہذب رویہ اختیار کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کو پکڑ کر زور سے پکڑ کر گھسیٹا اور بہت برا بھلا کہتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ ''عبد المطلب کے خاندان والو تم بہت ہی نا دہندہ ہو اور ہمیشہ یونہی حیلے بہانے کیا کرتے ہو'' زید کی گستاخی کو دیکھ کر جلالِ فاروقی جوش میں آ گیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے غیض وغضب سے اس کی طرف دیکھا اور کہا ''او دشمنِ خدا! تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخی کرتا ہے'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت مسکرا دئے اور فرمایا کہ عمر تمہیں چاہئے تھا کہ تم اس کو یہ سمجھاتے کہ تقاضہ نرمی کے ساتھ کرنا چاہئے اور مجھ سے تمہیں یہ کہنا چاہئے تھا کہ اس کا قرض ادا کر دیجئے۔ یہ فرما کر آپ نے عمر کو ہی حکم دیا کہ جاؤ اس کا قرض ادا کر دو اور بیس ۲۰ صاع کھجور اس کو اور زیادہ دے دو۔ (بیہقی، ابن حبان، طبرانی، ابونعیم)

اس حدیث پاک سے جہاں ہم کو ایسے ہتک آمیز سلوک اور غیض وغضب

Marfat.com

کے مواقع پر تحمل اور بردباری اختیار کرنے کا سبق ملتا ہے وہاں اس بات کا بھی درس ملتا ہے کہ قرض دار کے قرض کو جتنا جلد ہو سکے ادا کر دیا جائے، اس کی ادائیگی میں بے جا تأخیر نہ کی جائے حتی کہ کوشش یہ کی جائے کہ جو وقت قرض کی ادائیگی کا مقرر ہے اس سے پہلے ادا کر دیا جائے ورنہ اس کو تقاضے کا پورا حق حاصل ہے کیونکہ اس کا مال ہے اور وہ اپنے مال کو جب چاہے طلب کر سکتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو تقاضے سے منع نہیں فرمایا، حالانکہ ابھی میعاد ختم ہونے میں کچھ دن باقی تھے، ہاں البتہ تقاضہ کرنے کا سلیقہ سکھا دیا جائے اور ویسے بھی اگر دیکھا جائے تو قرض کی جلد ادائیگی میں اخلاقی اور معاشرتی بہت سے فوائد مضمر ہیں مثلاً ایک فائدہ تو یہ ہے کہ آپس کے دیرینہ تعلقات خراب نہیں ہوتے ورنہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ روز روز کی جھِک جھِک اور تقاضوں سے بچپن کی دوستیاں اور قریبی رشتہ داریاں ختم ہوگئیں، اس کے علاوہ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ قرض کی جلد ادائیگی سے لوگوں کی نگاہوں میں اس کا اعتماد قائم ہوتا ہے اور خدانخواستہ اگر کوئی وقت اس پر پڑے اور اس کو مزید قرض کی ضرورت پیش آئے تو سابقہ اس کی روِش کے پیشِ نظر ہر شخص اس کی مدد کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور اس طرح یہ مشکل وقت اس پر آسانی سے گزر جاتا ہے، ادھر وہ قرض کے بار سے سبکدوش ہو کر اللہ کی بارگاہ میں بھی سرخرو ہوتا ہے اور قیامت کے دن حساب و کتاب میں اپنے لئے آسانی کر لیتا ہے۔

Marfat.com

سود کی برائیاں

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آنحضرت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک رؤیۂ صادقہ کا ذکر ہے کہ جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سود خور کو دیکھا آپ فرماتے ہیں کہ ''میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک خون کی نہر ہے اسمیں ایک آدمی پھر رہا ہے اور ایک دوسرا آدمی کنارہ پر پتھر لئے کھڑا ہے جب پہلا آدمی تھک کر کنارہ کے اوپر آنا چاہتا ہے تو دوسرا آدمی اسے پتھر مارتا ہے جس سے اسکا منہ کھل جاتا ہے اور وہ پتھر لقمہ بنکر اسکے پیٹ میں اتر جاتا ہے اور وہ شخص پتھر کھا کر پھر اسی خون کے دریا میں غرق ہوجاتا ہے اسپر حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ جو شخص خون کی نہر میں بہتا ہوا دکھایا گیا ہے وہ سود خور ہے''۔(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب اولاد المشرکین وکتاب التعبیر باب تعبیر الرؤیا) اس حدیث پاک میں سود خور کی سزا یعنی خون کی نہر میں اس کو دکھا کر اسکی برائی کی حقیقت کی طرف اشارہ کردیا کہ لوگ اپنا خون پسینہ ایک کرکے روزی کماتے ہیں اور سود خور بغیر کسی محنت کے آسانی سے اسپر قبضہ کرلیتا ہے تو گویا وہ خون کے دریا میں بہتا ہے۔

اس سے بڑھکر سود کی اور کیا خرابی ہوگی کہ یہ انسان کو ایک طرف تو کاہل اور سست بنادیتی ہے کہ وہ بغیر ہاتھ ہلائے لکھ پتی بنتا چلا جاتا ہے اور اسکی حرص وہوس میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف وہ انسان جو رات دن محنت کرکے چند پیسوں کی مزدوری حاصل کرتا ہے وہ اپنی اس کمائی کو سود میں دیکر غریب سے غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے، اور پھر تعجب تو یہ ہے کہ سود لینے والے میں ایسی خود

Marfat.com

غرضی، سنگ دلی پیدا ہو جاتی ہے کہ اسکو اپنے اس غریب بھائی کی بے چارگی پر ترس تک نہیں آتا، ظاہر ہے کوئی شخص اگر قرض لیتا ہے تو وہ اپنی مجبوری اور غربت کی بنا پر لیتا ہے اب اسکی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اس پر مزید رقم کا بار ڈال دیا کسقدر خود غرضی اور مطلب پرستی ہے اگر مالدار لوگ ناداروں کیساتھ ہمدردانہ رعایت یا منصفانہ تعاون کا طریقہ اپنانے کے بجائے خود غرضانہ طریقہ اپنائیں گے تو آپس میں محبت والفت پیدا ہونے کے بجائے نفرت وحقارت کی خلیج حائل ہوتی چلی جائیگی اور معاشرہ انس وداد کا گہوارہ بننے کے بجائے دشمنی وعداوت کی جہنم بن جائیگا۔

یہ وہ بلائے عظیم ہے جب تھوڑی تنخواہ پانے والے اور مزدوریاں کرنے والے پر مسلط ہوتی ہے تو انکی مختصر سی آمدنی کا اکثر حصہ اس سود میں نکل جاتا ہے اور آخر میں ان کے پاس اتنا بھی نہیں بچتا کہ وہ دو وقت کی روٹی بھی اپنے بچوں کو کھلا سکیں اور پھر اسکا اثر انکی روحانی اور اخلاقی کردار پر اسطرح پڑتا ہے کہ وہ برائیوں اور جرائم کیطرف مائل ہوتے چلے جاتے ہیں اس کا اثر انکی اور انکی اولاد کی معیار زندگی اور معیار تعلیم پر بھی پڑتا ہے جو پست سے پست تر ہوتی چلی جاتی ہے ،علاوہ ازیں جب مزدور اور محنت کش عوام دیکھتے ہیں کہ انکی محنت کے پھل کو سود خور لے اڑتے ہیں تو اپنے کام سے انکی دلچسپی ختم ہوتی چلی جاتی ہے جسکا واضح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قوم معاشی اور اقتصادی بدحالی کا شکار ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

اپنی مدد آپ کرنا

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ الصدیقہؓ سے پوچھا کہ آنحضر تصلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کیا کرتے تھے تو آپ نے جواب دیا کہ آنحضر تصلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کام کاج میں مصروف رہا کرتے تھے مثلا کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے خود پیوند لگا لیتے تھے، گھر میں خود جھاڑو دے لیتے تھے، دودھ دوہ لیتے تھے بازار سے سودا خود لے آتے تھے، جوتی ٹوٹ جاتی تو خود ہی گانٹھ لیتے تھے ،ڈول میں ٹانکے لگا لیتے اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھ دیتے تھے، اور اپنے ہاتھ سے ہی چارہ ڈال دیتے تھے، غلام کے ساتھ ملکر آٹا گوندھ لیتے تھے، (صحیح بخاری) آنحضر تصلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے والی اور دوجہاں کے بادشاہ تھے آپکے یہاں خدام اور کام کرنے والوں کی کمی نہ تھی، آپکے دربار میں ہزاروں جاں نثار ہر آن آپ کی ایک ابرو کے اشارے پر اپنی جاں قربان کرنے کیلئے کھڑے رہتے تھے وہ آپکے ہر حکم کی تعمیل کرنا اپنے لئے سرمایہ افتخار سمجھا کرتے تھے لیکن آنحضرت روحی فداہصلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کام دوسروں سے کرانے کے بجائے خود کر کے امت کو اپنی مدد آپ کے ایک زریں اصول سے آشنا کر دیا اور یہ سبق دے دیا کہ خواہ کوئی امیر ہو یا وزیر، بڑا ہو یا چھوٹا ہر ایک کو اپنا کام خود کرنا چاہئے، اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو یہ بڑا پیارا اصول ہے کیونکہ انسان کو بہت سی مصیبتوں اور احتیاجوں سے بچا لیتا ہے۔

اسلئے کہ اگر انسان دوسروں پر سہارا کرنے لگے اور اپنا ہر کام دوسروں کی

Marfat.com

مدد سے کرے تو وہ دوسروں کا محتاج بنکر رہ جاتا ہے جسکا سب سے پہلا نقصان تو یہ ہوتا ہے کہ وہ انہی کے رحم وکرم پر ہوتا ہے خواہ وہ اسکا کام بنادیں یا بگاڑ دیں، اچھا کریں یا برا کریں وہ مجبور ہوتا ہے اپنی مرضی کے مطابق تسلی بخش کام حاصل نہیں کرسکتا اسکے علاوہ دوسروں سے کام لینے کیلئے ان سے روز روز کے تقاضوں اور دن رات کی جو دردسری ہوتی ہے وہ علیٰحدہ آفت ہے کام اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا اس کام کو کرانے کیلئے دوسروں کے پیچھے دن رات بھاگ دوڑ کرنا مشکل ہوتا ہے، اسکے علاوہ پیسوں کا ضیاع ایک اور دردناک پہلو ہے اس مہنگائی کے دور میں چھوٹے سے کام کا اتنا عظیم معاوضہ طلب کیا جاتا ہے اور اسکی اتنی کثیر اجرت طلب کی جاتی ہے کہ انسان حیران وششدر رہ جاتا ہے اور انسان کی جمع شدہ پونجی چند گھر کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں ہوا ہو جاتی ہے۔ تو پھر کیوں نہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا کر ''اپنی مدد آپ'' کے زریں اصول پر عمل کیا جائے تاکہ معاشی، معاشرتی اور اقتصادی خوشحالی کیساتھ ساتھ اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت روحانی وجسمانی فوائد بھی حاصل ہوں اور خدا اور اسکے حبیب کی رضا و خوشنودی بھی حاصل ہو۔

Marfat.com

ہر ایک کیلئے سہولت اور آسانی پیدا کرنا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ ایک جگہ امامت کے فرائض انجام دیتے تھے آپکا طریقہ یہ تھا کہ نماز فجر میں کیف وسرور حاصل کرنیکی خاطر لمبی لمبی سورتیں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر انکی شکایت کی کہ وہ اسقدر لمبی نماز پڑھاتے ہیں کہ ہمارے لئے کھڑا رہنا مشکل ہوجاتا ہے۔حضرت ابومسعود انصاری کا بیان ہے کہ یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسقدر غضبناک ہوئے کہ میں نے اس سے بیشتر آپ کو آج تک اتنا غصہ میں کبھی نہیں دیکھا پھر آپ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو لوگوں کو متنفر کردیتے ہیں جو شخص تم میں سے نماز پڑھائے اسے چاہئے کہ مختصر نماز پڑھائے کیونکہ نماز میں کمزور اور بوڑھے اور کام والے ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، لہٰذا ہر ایک کا خیال رکھا جائے۔(صحیح بخاری کتاب الصلوۃ وباب ھل یقضی الحاکم وھوغضبان)۔

اس حدیث پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کیلئے ہر چیز میں آسانی اور سہولت فراہم کرنے کے کسقدر آرزو مند او رخواہاں رہتے تھے حتیٰ کہ نماز جیسی عبادت اور وہ بھی قرآن کی طویل قرأت جیسے عظیم اجر وثواب والے کام کو بھی لوگوں کی سہولت اور آسانی کی خاطر ختم کرنے کا حکم دے دیا اسہی طرح مسواک کرنا آپ کو بڑا محبوب تھا اور آپکا جی چاہتا تھا کہ میں لوگوں کو حکم دوں کہ وہ ہر نماز سے قبل مسواک کرکے اپنے منہ کو پاک وصاف

Marfat.com

رکھیں اور ہزاروں بیماریوں سے محفوظ رہیں ۔لیکن یہاں بھی امت کی مشقت اور تکلیف آپ کے سامنے آ گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انکو حکم دیکر واجب کر دوں اور یہ اسپر عمل نہ کر کے عذاب میں مبتلاء ہو جائیں لہٰذا انکی آسانی کی خاطر آپ نے اپنے اس فرمان اور اپنے اس حکم کو جاری کرنے سے گریز فرمایا، الغرض حضور کی ہمہ وقت یہی خواہش رہتی تھی کہ لوگوں کیلئے زیادہ سے زیادہ سہولت اور آسانی پیدا کریں او راسپر سب سے اہم واقعہ معراج شاہد ہے کہ حضور نے بار بار بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر امت کی آسانی کیلئے پچاس نمازوں کو معاف کروا کے صرف پانچ نمازیں اللہ کے دربار سے فرض کروائیں۔

تو پھر خالق کون ومکان نے بھی اپنے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش اور آرزو کا احترام کرتے ہوئے شریعت کے تمام وہ احکام نازل فرمائے جس میں امت مسلمہ کیلئے آسانی ہی آسانی ہے پچھلی امتوں کے شرعی احکامات سے اگر انکا موازنہ کیا جائے تو اس نعمت کا پتہ چلتا ہے مثال کے طور پر ''جائے عبادت'' ہی کو لے لیجئے کہ پچھلی امتوں کی عبادت انکی مخصوص عبادت گاہوں کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو امت مسلمہ کیلئے مسجد بنا دیا ہے۔ جہاں چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں ایسی ہی بے شمار مثالیں شریعت محمدی میں ہمیں جا بجا نظر آئیں گی۔ بہر حال ان تمام امور سے لوگوں کو یہ ذہن نشیں کرانا مقصود ہے کہ تم بھی لوگوں کیلئے جہاں تک ممکن ہو سکے آسانی پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہا کرو اگر کوئی مبلغ ہے تو اس کو چاہئے کہ نرم اور سہل احکامات بیان کر کے لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرے اگر کوئی واعظ ہے تو اسے چاہئے کہ

Marfat.com

وہ شریعت کے اوامر اور نواھی کو انسے سہل انداز میں بیان کرے کہ بجائے نفرت کے اسکی طرف رغبت پیدا ہو اگر کوئی حاکم یا افسر ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے ماتحت ملازمیں اور رعایا کو زیادہ سے زیادہ ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائے۔ اگر کوئی مل مالک یا زمیندار ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے مزدوروں، ہاریوں اور کسانوں کو انکے حقوق دینے میں تساہل یا سختی نہ کرے اگر کوئی کسی مصیبت سے دوچار ہے اگر تمہارا کوئی مسلمان بھائی کسی ابتلاء آزمائش اور آفت میں پھنسا ہوا ہو تو اسکی مدد کیلئے فوراً کود پڑنا چاہئے۔

Marfat.com

معمر لوگوں کی خدمت کرنا

ترمذی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ کوئی جوان اگر کسی بوڑھے آدمی کی تعظیم اسکی عمر کی وجہ سے کریگا تو جب وہ اس عمر کو پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو مقرر کر دیگا جو اسکی تعظیم وتکریم کریں گے (جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی اجلال الکبیر) یوں تو ہر اپنے سے بڑے شخص کا احترام کرنا اور اسکی خدمت کرنا ضروری ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آنحضرت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے بڑے کی توقیر نہ کی وہ ہم میں سے نہیں (جامع الترمذی باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان) لیکن مذکورہ بالا حدیث میں معمر اور بوڑھے شخص کی تعظیم اور خدمت کی تخصیص اسلئے کی گئی ہے کہ یہ دور انسانی زندگی کا وہ دور ہوتا ہے جسمیں اپنے بڑھاپے اور ضعف و ناتوانی کے باعث لوگوں کی طرف اسکی احتیاج بڑھ جاتی ہے وہ زندگی کے مشکل ترین مسائل کو اکیلے اور تنہا اپنے نازک اور ناتواں کندھوں پر اٹھانے کے قابل نہیں رہتا، وہ جوانوں اور طاقت ور لوگوں کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے کہ کوئی اسکی دستگیری کر دے اور اسکے کام میں اسکو سہارا دے دے، ایسے مشکل وقت میں ایسے لوگوں کی خدمت کرنا اور ان کو سہارا دینا چونکہ زیادہ ضروری اور انسانی فرض تھا، اسلئے اس حدیث میں خصوصیت کیساتھ معمر حضرات کا ذکر فرما دیا گیا۔

او دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ایسی عمر والوں کی طرف جوان لوگ بہت کم توجہ دیتے ہیں اور ان کے مسائل کی طرف بہت کم التفات کرتے ہیں آجکل یورپ

Marfat.com

کا معاشرہ اور ہمارے یہاں مغرب زدہ طبقہ اسپر شاہد ہے کہ اگر گھر میں کوئی بوڑھا ہو جائے تو اس سے بالکل علیٰحدگی اختیار کر لی جاتی ہے اسکو ایک کونے گوشے میں ڈالدیا جاتا ہے اسکے پاس بیٹھنا تو درکنار اپنے مشاغل سے چند لمحے نکال کر کھڑے کھڑے انکی دو باتیں بھی سننا دوبھر ہو جاتا ہے ایسے لوگوں کو سمجھانے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث بالا میں یہ بلیغانہ طرز اختیار فرمایا کہ جوانوں کو انکے آنے والے بڑھاپے کی یاد دلائی کہ وہ یہ نہ بھولیں کہ ان پر بھی یہ وقت آرہا ہے اگر آج ایسے وقت میں وہ معمر لوگوں کا احترام کرینگے انکی خدمت کریں گے تو کل جب ان پر یہ وقت آئیگا تو اللہ تعالیٰ انکی بھی تعظیم وتکریم کروائیگا انکو جب خدمت کی ضرورت محسوس ہوگی جب کسی سہارے کی احتیاج ہوگی جو کہ بڑھاپے میں لازمی ہوتی ہے تو اسوقت اللہ تعالیٰ دوسروں سے انکا ادب کروائیگا اور انکے کام بنوائیگا۔

Marfat.com

مصیبت میں ایک دوسرے کے کام آنا

بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ آنحضرت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے وہ اسپر نہ تو ظلم کرتا ہے اور نہ اس کی سلامتی اور عافیت کو ختم کرتا ہے اور اگر اس بھائی کی کوئی حاجت ہو اور وہ اسکی حاجت پوری کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرماتا ہے، اور اگر وہ اپنے مسلمان بھائی کے کسی غم اور پریشانی کو دور کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی سختیوں اور مصیبتوں کو اس سے دور فرمادے گا اور جو اس دنیا میں اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے اس کے عیوب اور نقائص کو طشت از بام نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن اس کے عیوب اور گناہوں سے پردہ پوشی فرماتا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری وصحیح مسلم ص۴۲۲) اس حدیث میں مسلمانوں کو اپنے بھائیوں کی مصیبت میں کام آنے اور مشکل کے وقت ان کی مدد کرنے اور ان سے تعاون کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لئے اسلام کا یہ زریں اصول ہے کہ جس پر عمل کیا جائے تو رقابتیں ختم ہوجائیں اور دشمنیاں مٹتی چلی جائیں اور دلوں کی دنیا محبت واخوت کا مہکتا ہوا گلستان بن جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اقدس کس کی نظر میں نہیں وہ زمانہ جب تمام صحابہ یکجاں شیر وشکر تھے اور انکی آپس میں کوئی رنج اور رقابت نہیں تھی اس کی وجہ وہی تعلیمات مصطفویہ تھیں جنہوں نے صحابہ کو انسانیت کا ایسا ہمدرد وغمگسار بنادیا تھا کہ دنیا کے کسی گوشہ میں کسی مسلمان کو کوئی تکلیف ہوتی تھی تو وہ اس کو اپنی تکلیف سمجھتے تھے اور اس کی تکلیف کو رفع کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔

''مواخاۃ'' کا واقعہ اس پر شاہد ہے کہ جب مکہ سے ہجرت کر کے صحابہ بے

Marfat.com

سروسامانی کے عالم میں مدینہ پہنچتے ہیں تو اہل شہر نے ان مصیبت زدوں کا ان کی مشکل کے وقت میں ایسا ساتھ دیا ہے کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے، ان صحابہ نے اپنی جائدادوں میں سے آدھا حصہ خود رکھا اور آدھا اپنے بھائیوں کو دے دیا، مال میں سے آدھا حصہ اپنے اور اپنے بچوں کے لئے رکھا اور آدھا حصہ زخم رسیدہ مہمانوں کو دے دیا، گھر کے سامان میں سے آدھا خود رکھا اور آدھا اپنے ستم زدہ بھائیوں کو دے دیا حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس دو بیویاں تھیں تو اس نے ایک بیوی خود رکھی اور دوسری بیوی کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کو دے دی۔

اسی طرح خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وہ ہمدردی اور غمگساری بارگاہ نبوت میں کیسی مقبول ہوئی جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عاشق کے ساتھ اس کے مشکل وقت میں کی تھی یعنی حضرت بلال پر جب انکے کافر اور جابر آقا کی طرف سے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ نبی آخر الزماں کا کیوں نام لیوا ہے ان کو کیوں مانتا ہے اور اس مشکل وقت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکی اس طرح مدد فرمائی کہ ان کو بڑے مہنگے اور ارزاں داموں میں خرید کر راہ خدا میں آزاد کر دیا اور اپنے اس عمل سے خدا اور حبیب خدا کی خوشنودی اور رضا حاصل کی کہ پھر قرآن میں خود خدا نے ان کی تعریف میں یہ آیت نازل فرمائی کہ " **وما لاحد عنده من نعمة تجزیٰ الا ابتغاء وجه ربه الاعلی ولسوف یرضیٰ** " اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں تھا کہ اس کا کوئی بدلہ دیا جائے بلکہ اس (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تو صرف یہ کام اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا ہے وہ رب جو سب سے بلند ہے اور بے شک عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔

Marfat.com

رشوت ستانی

رشوت کا لینا اور دینا ہمارے دین مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک قانونی شرعی اور اخلاقی جرم ہے آنحضرت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والے دونوں جہنم میں جائیں گے: (مجمع الزوائد للہیثمی ،۴،۱۹۹۔ الترغیب والترھیب للمنذری ۳،۱۴۰) ایک اور حدیث مبارک میں فرمایا کہ ان دونوں پر لعنت ہو (سنن ابوداؤد کتاب الاقضیہ) لینے والے تو واضح طور پر مجرم ہیں لیکن دینے والے پر اسلئے لعنت بھیجی گئی کہ وہ اس جرم کو بڑھانے میں اسکے مددگار اور معین بنے ہیں اگر دینے والے نہ دیتے اسکو یہ عادت نہ پڑتی اور وہ اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب نہ کرتا اور اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ بہت سے ایماندار لوگ عہدوں پر ہوتے ہیں لیکن دینے والوں کی روش سے مجبور ہو کر ایک دن اسہی سانچے میں ڈھل جاتے ہیں لہٰذا اگر ہر شخص یہ عہد کر لے کہ وہ کبھی رشوت دیکر کام نہیں کروائیگا تو یہ برائی معاشرہ سے بہت جلد ختم ہو جائے اور جب برائی ختم ہو جائیگی تو معاشرہ بہت سی برائیوں اور پریشانیوں سے اور دکھوں سے خود بخود پاک ہوتا چلا جائیگا مثلاً، ظلم وتعدی جو معاشرہ کا سب سے اہم اور درد ناک پہلو ہے اس سے ہر شخص کو نجات مل جائیگی پھر کوئی شخص پیسہ دیکر ناحق فیصلے نہیں کروا سکے گا کوئی شخص چند ٹکے دیکر غنڈہ گردی اور لاقانونیت نہیں پھیلاتا پھریگا، پھر قانون کی بالادستی قائم ہو جائیگی، قانون کی گرفت سے لوگ ڈریں گے، چوری ،ڈکیتی، زنا، فحاشی، عریانی ،اغواء الغرض اس جیسے بہت سے ہیبت ناک جرائم

Marfat.com

کا ارتکاب پھر سر عام نہ ہوگا بلکہ جرائم آہستہ آہستہ مکمل طور پر ختم ہو جائیں گے چونکہ رشوت ستانی کا خاتمہ تمام اچھائیوں کی بنیاد اور اسکا وجود تمام برائیوں کی جڑ ہے اسی لئے آنحضرت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواقع پر اسکی شدت سے تاکید فرمائی اور صحابہ کرام کو سختی کیساتھ اس کے لینے سے منع فرمایا خواہ وہ تحفہ ہو یا ھدیہ کسی کام سے بھی دئے جائیں چنانچہ عمال کو آپ نے رعایا سے ہدیہ اور تحفہ قبول کرنے کی بھی ممانعت فرمادی تھی (سنن ابوداؤد کتاب الاقضیہ و کتاب الجہاد)۔

حتیٰ کہ ایک دفعہ ایک عامل نے آکر آپ کے سامنے مال رکھا اور عرض کیا کہ حضور یہ مال صدقے کا ہے اور یہ تھوڑا سا مال وہ ھدئے اور تحفے ہیں جو وہاں کے لوگوں نے مجھے دئے ہیں یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے عامل کا کیا حال ہے کہ جسکو ہم بھیجتے ہیں تو وہ آکر کہتا ہے کہ یہ تمہارا ہے اور یہ میرا ہے وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھ کر دیکھے کہ اسکو تحفے ملتے ہیں یا نہیں ملتے قسم ہے ا سذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ اس مال میں سے جو کچھ بھی لیگا خواہ وہ اونٹ ہوں یا گائے ہوں یا بکریاں وہ سب قیامت کے دن اسکی گردن پر لادیا جائیگا۔ (صحیح بخاری، باب ھدایا العمال)

Marfat.com

غصہ کرنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ غصہ آدمی کو ایسا کر دیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو (مشکوۃ باب الغضب والکبر) ایلوا اور شہد کی تمثیل لا کر آنحضرت کو بتانا یہ مقصود تھا کہ آدمی کتنے ہی شیریں اخلاق، اور عادات کا مالک کیوں نہ ہو اگر وہ غصیلی ہے تو اس سے ہر شخص نفرت کریگا اور اس سے دور بھاگے گا گویا کہ یہ ایک ایسی برائی ہے کہ جسکی وجہ سے اسکا تمام حسن ماند پڑ جائیگا اسکی دیگر اخلاق کی شیرینی تلخی میں تبدیل ہو جائیگی یہی وجہ ہے کہ باکمال شخصیتوں نے اپنے کمالات میں نکھار لانے کیلئے اور عمدہ خصائل کی مٹھاس کو باقی رکھنے کی غرض سے غصہ کو ضبط کرنے کی مشق اور اسکے برداشت کی عادت ڈالنے کیلئے بڑی بڑی ریاضتیں اور مجاہدے کئے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت سلمان فارسی کو گالی دی اسپر برہم یا غصہ ہونے کے بجائے آپ نے اسکو ضبط کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر میری نیکیاں تیری گالی سے زیادہ ہیں تو مجھے کوئی غم نہیں اور اگر تیرا کہنا میرے گناہوں سے زیادہ وزنی ہے تو واقعی جو تو نے کہا میں اس سے بھی برا ہوں۔

اس ہی طرح مالک بن دینار کو ایک شخص نے کہا کہ تو ریاکار ہے آپ نے بکمال ضبط کا مظاہرہ فرمایا کہ تو نے خوب پہچانا یہ ان اولیائے کرام نے یہ غصہ کو ضبط کرنے کا طریقہ اپنے آقا و مولا اور کائنات کے تاجدار حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا جس کے حلم کی مثال تاریخ عالم کے اوراق میں ملنی مشکل ہے

Marfat.com

غور کیجئے کہ وہ کون سی تکلیف اور ایذاء تھی جو دشمنان اسلام نے آپ کو نہ دی تھی لیکن جب انتقام لینے کا وقت آیا اور وہی تمام کفار قیدی بن کر فتح مکہ کے دن حضور کے سامنے لائے گئے تو آپ نے "**لا تثریب علیکم الیوم**" فرما کر سب کو معاف کر دیا اس سے بھی زیادہ غصہ کا وہ وقت تھا جب منافقوں نے آپکی محبوب بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر نعوذ باللہ تہمت لگا کر پورے شہر میں بدنامی پھیلا دی تھی لیکن اسوقت بھی اس حلم کے پیکر نے کسی سے کوئی تعرض نہ کیا اور اس وقت غصہ کو پی کر حلم کی ایک مثال قائم کر دی۔

ہم غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چاہئے کہ اپنے آقا و مولیٰ کی سیرت مقدسہ کا اتباع کرتے ہوئے ایسے غصہ کے مواقع پر غصہ کو ضبط کرنے کی کوشش کریں اور اسکا عملی طریقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ جب تمہیں غصہ آئے تو پانی پی لو کہ پانی آتش غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے ایک روایت میں آتا ہے کہ غصہ کے وقت فوراً سجدہ میں گر کر اپنے سر کو خاک پہ رکھ دے تو غصہ فوراً ختم ہو جائیگا دراصل اس فعل کا مقصد یہ ہے کہ انسان خدا کے حضور اپنی بے مائیگی اور کمتری کا احساس اگر اجاگر کرے گا تو غصہ خود بخود ختم ہو جائیگا اسی امر کی طرف یہ واقعہ بھی اشارہ کر رہا ہے کہ ایک روز حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غصہ میں کسی کو لونڈی کا بچہ کہہ دیا اسپر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر تو اسوقت تک کسی سے بہتر نہیں جب تک کہ تو تقوی اور پرہیزگاری سے کام نہ لے (صحیح بخاری باب المعاصی من امر الجاہلیۃ) تو یہاں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلم اور آپس میں مساوات کے تصور کو قائم فرما کر انکے غصہ کو فرو کر دیا۔

Marfat.com

کسی پر لعنت بھیجنا

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "**لعنُ المومن کقتلہ**" کسی پر لعنت بھیجنا اس کے قتل کے برابر ہے (صحیح بخاری، کتاب الاداب باب ما نہی عن اسناد اللعن) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان پر لعنت بھیجنا سخت ترین گناہ ہے اور کیوں نہ ہو اس لئے کہ لعنت کے لغوی معنی دور کر دینے اور ہٹا دینے کے ہیں تو جب انسان کسی مسلمان پر لعنت بھیجتا ہے تو گویا بالفاظ دیگر یا تو وہ اسکو بددعا دیتا ہے کہ خدا کی رحمت سے دور ہو جا تو یہ بھی درست نہیں اس لئے کہ خدا کی رحمت اپنے ہر مطیع اور فرمانبردار بندہ کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم اسکو خدا کی وسیع رحمت سے دور ہونے کی بددعا دیں، یا اس کے یہ معنٰی ہوں گے کہ وہ یہ خبر دے رہا ہے کہ یہ شخص خدا کی رحمت سے دور ہو گیا ہے اور یہ بھی درست نہیں اسلئے کہ غیب کا علم تو صرف خدا کو ہے۔

اگرچہ بظاہر وہ کتنا فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو لیکن کیا معلوم اس نے کوئی ایسا عمل کر لیا ہو کہ وہ خدا کا محبوب بن گیا ہو اور اس ایک عمل خیر کی وجہ سے اللہ نے اسکے تمام گناہوں کو معاف کر کے اسکو اپنا مقرب بنا لیا ہو لہٰذا ہم اس مقرب کیلئے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا کی رحمت دور ہو گیا لہٰذا شریعت مطہرہ نے کسی خاص معین شخص پر لعنت بھیجنے کی سخت ممانعت فرمائی اگر کوئی شخص کسی مسلمان پر لعنت بھیجے گا تو حدیث کی رو سے وہ لعنت اسی پر لوٹے گی جیسا کہ ابوداؤد کی ایک روایت

Marfat.com

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی پر لعنت بھیجتا ہے تو وہ لعنت آسمانوں کی طرف جاتی ہے لیکن آسمان کے دروازے بھی اس کے لئے بند کردئے جاتے ہیں پھر وہ زمین کی طرف آتی ہے لیکن اسکے دروازے بھی اس کے لئے بند کردئے جاتے ہیں پھر وہ اسکی طرف جاتی ہے جس کو لعنت کی گئی تھی اگر وہ اسکا اہل ہے یعنی کافر تھا یا فاسق فاجر تھا تب تو ٹھیک ہے ورنہ اس لعنت کا وبال اور اسکا سخت گناہ دینے والے کو پڑتا ہے (سنن ابوداؤد کتاب الادب، باب فی اللعن) اس مقام پر اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ جب معین اشخاص پر لعنت بھیجنا منع ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض معین کفار کو کیوں لعنت بھیجی تو اسکا جواب بھی ضمنا ماقبل آگیا ہے کہ لعنت بھیجنا ہمیں اس لئے منع ہے کہ ہمیں اس شخص کے انجام کی خبر نہیں کہ آیا یہ شخص کافر تھا یا مؤمن، فاسق ٹھہرا ہے یا متقی، جہنمی ہے یا جنتی، لیکن یہ چیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں اسلئے کہ آپکی نگاہوں سے کائناتِ ارضی وسماوی کی کوئی شئی پوشیدہ نہیں "ماکان ومایکون" کا تمام علم اللہ نے اپنے حبیب کو عطاء فرمایا حتی کہ یہ بھی بتادیا کہ فلاں شخص جنتی ہے فلاں شخص جہنمی ہے چنانچہ عشرہ مبشرہ مشہور ہیں جن کے جنتی ہونے کی سرکار نے بشارت دے دی ہے۔

اس ہی طرح کفار میں سے بعض لوگوں کے جہنمی ہونے کی خبر آپ نے ہم کو بھی دے دی تو چونکہ ہر شخص کے مؤمن یا کافر ہونے مقرب خدا یا مردود بارگاہ ہونے کی خبر اللہ نے آپکو دے دی اسلئے آپکا انکے انجام کو دیکھتے ہوئے فرمانا کہ اس پر لعنت ہو اور یہ خدا کی رحمت سے دور ہو بالکل درست اور بجا ہوا اور واقعہ کے

Marfat.com

عین مطابق ہوا، بعض علماء نے اس کا ایک جواب یہ بھی دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ "**اللھم انما انا بشر فای المسلمین لعنته اوسببته فاجعلهاله ذكاة واجرا**" (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب من لعنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اے اللہ میں بشر ہوں اگر میں نے بتقاضائے بشریت کسی مسلمان کو لعنت یا گالی دے دی ہو تو تو اس لعنت اور گالی کو اس مسلمان کی پاکی اور اجر کا باعث بنا دیجو، لہٰذا اگر وہ شخص کافر ہو جسکو آنحضرت نے لعنت کی ہے تب تو وہ لعنت اپنے اپنے محل پر ہوگی ورنہ اگر وہ مسلمان ہو تو اسکے گناہوں سے معافی اور اسکے مزید اجر و ثواب کا باعث بن جائیگی اسلئے کہ یہ رحمۃ للعالمین کی لعنت ہے وہ خود بھی رحمۃ للعالمین ان کی ہر اداء انکا ہر فعل رحمت ہے مسلمانوں کیلئے۔

Marfat.com

بدکلامی

ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ اور روز جزاء پر یقین رکھتا ہے اسکو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اچھی بات بولے ورنہ چپ رہے (صحیح مسلم کتاب الایمان) اس حدیث مبارک میں بدکلامی سے احتراز کرنے اور خوش کلامی کی ترغیب ایسے شخص کو دی گئی ہے جو اللہ اور روز جزا پر یقین رکھتا ہے گویا یہ فرما کر اسطرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ بدکلامی سے وہ ہی شخص اجتناب کریگا جسکا قیامت پر اور روز جزا و سزاء کے دن پر کامل ایمان ہوگا کیونکہ وہ یہ یقین رکھتا ہوگا کہ اگر آج اس دنیا میں کسی کے ساتھ برائی کی تو کل اسکا بدلہ اسکو ضرور ملیگا لہٰذا کسی کے ساتھ بدکلامی سے پیش نہیں آئیگا بلکہ کسی نے اسکے ساتھ بدکلامی کر لی تو وہ قرآن کے اس ارشاد کے مطابق کہ "**واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما**" وہ خاموشی کے ساتھ ایسے جاہلوں کے پاس سے گزر جائیگا۔ اور اسکے جواب میں بدکلامی کر کے اپنی زبان اور اپنے دل کو گندگی سے آلودہ نہیں کریگا۔

کیونکہ اسے یقین ہوگا کہ اسکی اس تلخ کلامی کا کل قیامت کے دن اسکو ضرور بدلہ ملیگا۔ قیامت کے دن تو بہرحال بدکلامی کا بدلہ ضرور ملیگا مگر اس دنیا میں بھی بدکلامی کا ثمرہ ظاہر ہو جاتا ہے یعنی بدزبانی کرنے والے کو ہر شخص نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے بلکہ بعض دفعہ تو اسکے باعث جھگڑے اسقدر بڑھ جاتے ہیں کہ قتل و غارتگری تک نوبت پہنچ جاتی ہے بعض دفعہ وہ اپنے بنے بنائے

Marfat.com

کام اس کی وجہ سے خراب کر بیٹھتا ہے اور مالی ،جسمانی روحانی اور اقتصادی نقصانات سے دوچار ہوجاتا ہے۔اس ہی لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر ایک صحابی کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ''من صمت نجا'' (مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد، ترمذی، دارمی، بیہقی ص ۴۱۳) کہ جس شخص نے خاموشی کو اپنا شعار بنایا وہ نجات پا گیا یعنی آخرت کے عذاب سے بھی بچ گیا او راس دنیا میں ہر قسم کی پریشانی، تکالیف اور نقصانات سے بھی محفوظ ہوگیا۔

یار کھئے کہ تلخی اور کڑواہٹ سے انسان دور بھاگتا ہے جبکہ شیرینی اور مٹھاس کی طرف وہ راغب ہوتا ہے لہٰذا جب انسان تلخ کلامی کرتا رہتا ہے تو اسکے دوست احباب رشتہ دار اس سے دور بھاگنے لگتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس بھری دنیا میں تنہا رہ جاتا ہے۔کبھی اسکو کوئی مشکل پیش آجائے تو اسکا کوئی ساتھ دینے والا اسکے ساتھ ہمدردی کے دو بول بولنے والا بھی کوئی نہیں ہوتا ہے جبکہ خوش اخلاق اور خوش مزاج شخص کے ساتھ لوگ اسکے کلام کی شیرینی اور گفتگو کی مٹھاس کے باعث چپکے رہتے ہیں اسکے حلقہ احباب میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص اس پر اپنی جان سے نثار ہوجاتا ہے۔

Marfat.com

حلم اور بردباری

''حلم'' کے معنی یہ ہیں کہ کسی کی اشتعال انگیز اور ناروا بات کو برداشت کرلیا جائے اور قدرت و طاقت ہونے کے باوجود اس سے کوئی انتقام یا بدلہ نہ لیا جائے بلکہ قصوروار کو اس کا قصور معاف کردیا جائے۔ یہ بڑا مشکل کام ہے اور غصے کی حالت میں دشمن سے درگزر کردینا اور اس سے انتقام نہ لینا حقیقت یہ ہے کہ بڑی مردانگی اور اولوالعزمی کا کام ہے اسی لئے آنحضرت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں جو کشتی میں لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ حقیقی پہلوان تو وہ ہے جو غصہ اور غضب میں اپنے سرکش نفس کو پچھاڑ دے اور اس کو شکست دیکر انتقام لینے سے باز رکھے (جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی کثرۃ الغضب)۔

حقیقت یہ ہے کہ اسکا صحیح اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص کسی کی حق تلفی کرے یا کوئی ناروا سلوک کرے یا اس کی توہین کرے یا بھری محفل میں اس کو گالی وغیرہ دیکر اسکی تذلیل کرے ایسے وقت میں انسان کا خون کھول اٹھتا ہے اور ایسی صورت میں وہ اپنے حریف سے انتقام نہ لینے کو اپنی کمزوری سمجھتے ہوئے اسکی ہلاکت کے درپے ہوجاتا ہے لیکن اسے معلوم نہیں کہ اس وقت خالق دوجہاں اور اس کے محبوب کی نگاہ میں انتقام لینا بہادری نہیں بلکہ اپنے دشمن کو معاف کرکے اس سے انتقام نہ لینا، یہ بہادری اور جوان مردی ہے لوگ پہلوانی سیکھتے ہیں اکھاڑے میں اتر کر اپنے حریف پر بڑے بڑے داؤ آزماتے ہیں اور اس کو شکست

Marfat.com

دیگر مخلوق سے داد و تحسین وصول کرتے ہیں لیکن ہائے افسوس ''غصہ اور غضب کے اکھاڑے'' میں نفس کو شکست دیکر اپنے خالق و مالک کو خوش کرنے اور خالق کائنات سے داد وصول کرنے کا انہیں کبھی خیال تک نہیں آیا۔

صفت حلم کی فضیلت اور اہمیت کے لئے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ قرآن میں متعدد بار اللہ تعالی نے اس صفت حسنہ سے خود اپنے آپ کو متصف فرمایا اور تمام انبیاء و اولیاء غرض اپنے تمام محبوبوں کو اس صفت سے حصہ وافر نصیب فرمایا اور اپنے حبیب دو جہاں کے والی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ''حلم'' عطاء فرمایا کہ اپنا مظہر اتم بنا دیا اسلئے کہ اسکے حلم کی شان یہ ہے کہ اسکی مخلوق جو زندگی کے ایک ایک سانس میں اسکی منت کش احسان ہے وہ ہر وقت اسکی نافرمانی کر کے اس کے غضب کو دعوت دیتی ہے لیکن اس کے باوجود اس خالق و مالک کی طرف سے کبھی انسے انتقام نہیں لیا جاتا اور جسطرح اسکے دوستوں کیلئے رزق بھیجتا ہے اسہی طرح اسکے دشمنوں کے لئے بھی رزق کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں دنیا کی ہر آسائش ان کو مہیا ہوتی ہے اور قدرت کے باوجود ان سے کبھی انتقام نہیں لیا جاتا خدا کی اس صفت حلم کا عظیم جلوہ اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں بھی ہمیں اسہی طرح جگمگاتا ہوا نظر آتا ہے۔

طائف کے بازاروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے گئے، طعن وتشنیع کے تیر پھینکے گئے کفار مکہ نے آپ کو کیسی کیسی اذیتیں پہنچائیں، کبھی گالیاں دیں، تو کبھی جسم پر نجاستیں ڈالیں، کبھی راستے میں کانٹے بچھائے، تو کبھی گلے میں پھندا ڈالا، کبھی جادوگر کہا، تو کبھی پاگل بتایا، حتی کہ آپ کی پیاری زوجہ محترمہ حضرت

Marfat.com

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمتیں لگائی گئیں، یہ ایک ایسا وقت تھا کہ بڑے سے بڑا حلیم انسان بھی اس وقت غصہ سے بے قابو ہو جاتا لیکن اس پیکرِ حلم و بردباری نے خون کا گھونٹ پی کر ان کے لئے دعائیں کیں اور قدرت کے باوجود کبھی کسی سے انتقام نہ لیا حالانکہ طاقت و قدرت کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ کی زبان سے صرف دو لفظ بھی ان دشمنوں کی بددعا کے لئے نکل جاتے تو انکی بستیوں کی بستیاں تباہ ہو جاتیں، اور ان کے نام و نشان تک مٹ جاتے لیکن آپ نے حلم کا مظاہرہ فرما کر امت مسلمہ کو یہ سبق دے دیا کہ خدا کے یہاں محبوب بننے کا راستہ یہی ہے کہ انسان اپنے جانی دشمنوں سے درگزر کر جائے اور قدرت و طاقت کے باوجود انتقام نہ لے ''حلم'' کے بارے میں پرانے دانشوروں نے بھی بڑی پیاری باتیں کہی ہیں، چنانچہ لکھا ہے کہ ایک روز نوشیرواں نے ابوذرجمہر سے پوچھا کہ حلم کیا ہے؟ اس نے کہا کہ انسان کے جتنے اچھے اور عمدہ خصائل ہیں حلم ان کی جان اور ان کا ملح یعنی نمک ہے اور دلیل یہ دی کہ اگر حلم کو الٹا کر کے پڑھا جائے تو ملح بن جاتا ہے جس کے معنی نمک کے ہیں لہذا جس طرح بغیر نمک کے کی کھانے میں مزہ نہیں اسی طرح بغیر حلم کے کسی خلق میں جمال نہیں۔

Marfat.com

خوش خلقی

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! دین کی کیا تعریف ہے ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ ''خوش خلقی اور اچھی عادت'' اس نے پھر دوبارہ یہی سوال کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو یہی جواب عطا فرمایا اسطرح کئی بار حضور کے دائیں بائیں آکر پھر وہ یہی سوال دہراتا رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل یہی جواب عنایت فرماتے رہے (مکاشفۃ القلوب للام غزالی ص ۶۱۷) اس حدیث سے خوش خلقی اور اچھی عادت کی اسلام میں اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی تعریف میں صرف اور صرف خوش خلقی کا ذکر فرما کر گویا اشارہ کر دیا کہ ہمارے مذہب کی جان اور ہمارے دین وملت کی روح یہی خوش خلقی ہے، اگر کوئی شخص اپنے ہم نشین کیساتھ اچھے برتاؤ اور عمدہ اخلاق کیساتھ پیش آئے تو اسکی تمام عبادات اور دوسری نیکیاں بھی مقبول ہیں ورنہ انکی حیثیت ایک بے روح جسم اور ایک بے جاں قالب کی سی ہے جسکی کوئی حیثیت اور کوئی مقام نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک عورت کا ذکر کیا گیا جو بڑی متقی، پرہیزگار اور شب زندہ دار تھی لیکن اپنی بداخلاقی اور ترش روئی کے باعث اپنے ہمسایوں کو بہت ناخوش رکھتی تھی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اسکی تمام عبادتیں رائیگاں گئیں اسکی بدخلقی اسکے اچھے اعمال کو اسطرح خراب

Marfat.com

کررہی ہے جسطرح سرکہ شہد کو خراب کردیتا ہے پھر فرمایا کہ وہ جنت کی بہاروں سے لطف اندوز نہ ہوسکے گی۔(ادب المفرد بخاری باب من لا یوذی جارہ)۔

بہرحال خوش خلقی اور خندہ جبینی کی عادت انسان کے اعمال اور عبادات کو جہاں بارگاہ الٰہی میں مقبول بنادیتی ہے وہاں خود انسان کو یہی خدا اور اسکے بندوں کی نگاہ میں معزز، مکرم اور مقبول ومنظور بنادیتی ہے بلکہ یوں کہیے کہ اسکی بدولت انسان مخلوق خدا کو اپنا گرویدہ کرلیتا ہے اور پھر وہ ایک ایسا عظیم حکمراں اور فرمانروا ہوجاتا ہے، کہ جسکی حکومت انسانوں کی گردنوں پر نہیں بلکہ دلوں پر ہوتی ہے ،تاریخ شاہد ہے کہ جب اس صاحب خلق عظیم اعلیٰ مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدائے توحید بلند کی تو ہر طرف سے دشمنی وعداوت اور نفرت وحقارت کے شعلے بھڑک اٹھے لیکن اسوقت آپکا یہی خلق عظیم تھا جس نے نفرت وحقارت کے دہکتے ہوئے انگاروں کو انس ومحبت کے پھولوں میں بدل دیا اور وہ جہنم زار معاشرہ دیکھتے ہی دیکھتے چمن زار بن گیا اور یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ عرب کے بدؤوں اور وحشیوں نے اسہی خوش خلقی اور اخلاق حسنہ کا آپ سے درس لیکر اسکے ذریعہ دنیا کی بڑی بڑی اقوام کو اپنا زیرنگیں کرلیا اور اسہی اخلاق حسنہ کی کرشمہ سازی تھی کہ اسلام کا ڈنکہ تمام عالم میں بج گیا۔

لوگ کہتے ہیں کہ اسلام تلواروں اور ہتھیار کے ذریعے پھیلا میں کہتا ہوں کہ ہاں ہتھیاروں کے ذریعے پھیلا لیکن وہ ہتھیار لوہے یا پیتل کے نہیں تھے بلکہ وہ اخلاق حسنہ اور اعلیٰ کردار کے ہتھیار تھے ،اور ہاں اخلاق جمیلہ کے ہتھیاروں میں خدا نے وہ طاقت رکھی ہے کہ جب بھی یہ استعمال کئے جاتے ہیں دلوں کی دنیا بدل

Marfat.com

کے رکھ دیتے ہیں۔ کسی فارسی شاعر نے خوب کہا۔

مہ ۔ ے کہ ہ سپ ارمشہ کہ مل بہ ود
بہ ہرلا ق وفہ مداراتہ واں شہ ماختہ ن
تہ وآن سہ ماخہ ت کہ ارے ہ نہ رمیں چنہ اں
کہ ہ ز ہ تہ واں یہ ہ تیغ وسیہ اں سہ ماختہ ن

یعنی اگر تمہیں کوئی مشکل سے مشکل مہم آپڑے تو اس کو خوش خلقی اور رفق ونرمی سے حل کیا تو وہ آسان ہو جائیگی کیونکہ نرمی اور خوش خلقی سے وہ وہ کام ہو جاتے ہیں جو تیغ وسناں اور تیر وشمشیر سے بھی نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اشاعت اسلام کا مشکل ترین کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ ترین اخلاقی مظاہرہ کے باعث آسان ہوتا چلا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اعلیٰ اخلاق کیا تھے اسکی ایک جھلک ہمیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس قول میں نظر آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کی دل شکنی نہیں فرمائی تھی حتیٰ کہ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی کی کوئی بات ناگوار گزری تو آپ نے اس سے اس ناگواری کا اظہار اس شخص کے سامنے نہیں فرمایا کہیں اسکا دل نہ ٹوٹ جائے۔ (شمائل الترمذی بیان اخلاق)۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو قلوب کی رنجیدگی اور دلوں کی ٹھیس کا کتنا خیال تھا آج اپنی بداخلاقی کے باعث دلوں کو ایذاء دینا اور قلوب کو رنجیدہ کرنا ایک کھیل بن گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا معاشرہ رُو بزوال ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اچھے اخلاق اور خوش خلقی کیساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

صحبت بد سے اجتناب

آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جب دین کے دو بھائی آپس میں ملتے ہیں تو ان کی مثال دو ہاتھوں کی ہوتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو دھوتا ہے۔ آپ کے اس ارشاد پاک کا مقصد اور مطلب یہ ہے کہ صحیح معنی میں دوست وہی ہوتے ہیں جن کی معیت وصحبت میں انسان فاسد نظریات، برے عقائد وخیالات اور خراب سیرت وکردار سے پاک ہو جائے اور اچھے اخلاق وعادات اور عمدہ نظریات واوصاف سے متصف ہوتا چلا جائے، اس کے رفیق اور دوست کا وجود اور اس کی محبت ومعیت اس کے لئے آب حیات ہو جو اس کے اوصاف رذیلہ کو دھو کر اوصاف حمیدہ سے اس کو آراستہ وپیراستہ کر دے، حقیقت میں ایسے ہی لوگ دوست کہلانے کے قابل بھی ہیں۔ اس کے برخلاف وہ لوگ یا وہ نام نہاد دوست جن کے پاس بیٹھ کر بجائے اچھی عادات حاصل ہونے کے رہی سہی اچھی خصلتیں اور عادتیں بھی ختم اور فنا ہو جائیں ان کو دوست کہنا بھی ''دوستی'' کے لفظ کی توہین ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دوستوں کو دو ہاتھوں سے تشبیہ دے کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ دوست حقیقت میں وہ ہی ہے کہ جس کے پاس بیٹھ کر بری عادتیں دھل جائیں اور مٹ جائیں بالکل اسی طرح جس طرح ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے میل اور گندگی کو دھو کر اس کو پاک اور صاف کر دیتا ہے۔

دراصل تعمیر کردار میں ''صحبت'' کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے، انسان

Marfat.com

صحبت کے اثرات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، اگر اس کے اچھے ساتھی ہیں تو ان کے عمدہ خیالات اور عادات کا اس میں ضرور اثر آئے گا اور اگر خدانخواستہ بروں کی صحبت میسر آ گئی تو لامحالہ ان کے برے اثرات بھی اس پر ضرور اثر انداز ہونگے اگرچہ خواہ وہ کتنا ہی عقلمند، بزرگ و دانا ہو، پڑھا لکھا اور تعلیم یافتہ ہو اگر اس کو بری صحبتیں ملی ہوئی ہیں تو ایک نہ ایک دن وہ سیدھے راستے سے بھٹک کر گمراہیوں کے صحراء . ں بھٹک جائے گا اور اپنی زندگی کو برباد کر بیٹھے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب اور ہر دور کے بڑے بڑے علماء، عقلاء اور مفکروں نے اپنے اپنے کلام میں بری صحبتوں سے اجتناب کرنے اور اچھی صحبتوں کو اختیار کرنے کی بڑی تاکیدیں کی ہیں۔

صحبت تو وہ چیز ہے کہ بے جان چیزیں بھی جس کے باعث متاثر ہو جاتی ہیں تو پھر انسان جو اشرف المخلوقات ہے وہ کیوں نہ ''صحبت'' کے اثرات سے متاثر ہوگا، شیخ سعدی نے اس کی بڑی خوبصورت مثال دی اور فرمایا کہ ایک روز میں نے ایک ''مٹی'' کو دیکھا کہ اس میں سے مشک و عنبر کی خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں، میں نے اس سے پوچھا کہ ''مٹی'' مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا کہ تو ''مٹی'' ہے یا مشک و عنبر کی ڈلی ہے، اس نے کہا کہ میں تو وہ ہی مٹی ہوں جس کو لوگ اپنے پاؤں تلے روند دیتے ہیں، سعدی نے کہا کہ پھر تیرے اندر یہ مہک اور خوشبو کہاں سے آئی ہے، اس نے جواب دیا کہ یہ صدقہ ہے پھولوں کی معیت کا، کیونکہ چند لمحے میں پھولوں کی معیت میں اور ان کے ساتھ رہا، اس صحبت کی وجہ سے میرے اندر بھی خوشبو بس گئی اور اب میں بھی پھولوں کی طرح مہک رہی ہوں۔

Marfat.com

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

بہر حال شیخ سعدی کا مقصد یہ ہے کہ وہ مٹی پھولوں کی چند لمحوں کی صحبت اختیار کرتی ہے تو اس کی خوشبو سے متصف ہو کر مہکنے لگتی ہے اگر ہم خاک کے پتلے بھی اچھے اخلاق و عادات کے پھولوں سے مہکتے ہوئے راستوں کے پاس بیٹھیں گے تو ہم بھی ان کے اخلاق سے متصف ہو کر مہکتے چلے جائیں گے اور یہ معاشرہ جو برے عادات اور اخلاق کی وجہ سے کرب اور بے چینی سے دوچار ہے اس کو طمانیت اور سکون حاصل ہو جائے گا اور انس و محبت کی ہواؤں سے ساری فضا پر بہار ہو جائے گی۔

مندرجہ بالا حدیث سے ایک اور چیز کا بھی پتہ چل گیا وہ یہ کہ ہاتھ کا کام دھونے کا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوست کو ہاتھ سے تشبیہ دی ہے لہٰذا دوست کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھی اور رفیق کے عیوب اور برائیوں پر نظر رکھے، اس کی غلطیوں اور برائیوں پر اس کو آگاہ کرتا رہے اور ادھر دوسرے دوست کو بھی یہ چاہئے کہ وہ اس غلطی کا اقرار کرے، اپنی انا یا بے عزتی کا مسئلہ بنا کر خواہ مخواہ غضبناک نہ ہو اور نہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرے بلکہ شکریہ کے ساتھ اس کے شکوہ کو قبول کرتے ہوئے اپنی اصلاح کی کوشش کرے اور اس عیب کو اپنے اندر سے نکالنے میں مصروف ہو جائے۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی ہدایت کی بات بتا دی جائے یا اس کے کسی عیب اور برائی سے اس کو روکا جائے تو اس قدر غصہ ہو جاتا ہے جیسے اس

Marfat.com

کی ماں بہن کو کوئی گالی دے دی ہو حتی کہ بعض تو آستینیں چڑھا کر مارنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں اس طرح معاشرے کی کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی، معاشرے کی اصلاح کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص خود اپنے عیوب پر نظر رکھے، اپنی برائیوں اور کوتاہیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کی اصلاح کرتا رہے ایسے میں اگر کوئی دوسرا اس کے کسی عیب کی نشاندہی کر دے تو اس کا ممنون اور شکر گزار ہو کہ اس دوست نے مجھے ایک ایسی اخلاقی گندگی کی طرف توجہ دلا دی جس کے باعث میں خالق اور مخلوق سب کے لئے قابل نفرت بن گیا تھا اور میری نگاہ سے اب تک وہ چیز پوشیدہ تھی۔

Marfat.com

حیاء

''حیاء'' ایمانی صفات اور کمالات میں سے وہ اہم کمال اور وصف ہے جسکے بغیر مومن اور مسلم ہونے کا تصور قطعاً نامکمل ہے، چنانچہ اسپر آں حضرت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک شاہد ہے کہ "**الحیاء شعبة من الایمان**" (صحیح بخاری باب الایمان) کہ حیاء ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسکے دل میں حیاء نہ ہو اسلئے کہ یہ وہ بنیادی اور اساسی وصف اور صفت ہے جو بہت سی برائیوں کو روکنے کا اور بہت سی اچھائیوں کے اختیار کرنے کا سبب بنتی ہے اگر کسی کا قلب صحیح معنوں میں حیاء کے جذبات سے لبریز ہے تو وہ کبھی کسی فحاشی اور عریانی کی طرف مائل نہیں ہوگا۔ وہ کبھی اپنے کسی مسلمان بھائی کو دغا اور دھوکہ نہیں دیگا، وہ کبھی تجارت یا لین دین میں بددیانتی اور گڑبڑ نہیں کریگا، وہ کبھی رقص اور سرود کی محفلیں سجا کر اور اسمیں غیر شرعی افعال کر کے لوگوں کے دین، ایمان کو تباہ نہیں کریگا۔

ہاں اگر خدانخواستہ اسکے قلب سے یہ شرم وحیاء کا وصف زائل ہوگیا تو پھر ہر برے سے برا کام وہ بآسانی کر گزریگا اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ "**اذا فاتك الحیاء فافعل ماشئت**" (صحیح بخاری کتاب الادب باب اذا لم تستح) کہ جب تیرے اندر سے حیاء ختم ہوگئی تو اب جو جی چاہے کر اب کوئی چیز ایسی نہیں جو تجھے گناہوں اور برائیوں سے باز رکھ سکے اب تجھے جوئے اور سٹے کے اڈوں کی طرف جانا بھی آسان ہوجائیگا، فحاشی اور بدمعاشی کے اڈوں کے چکر لگانے میں بھی تجھے کوئی عار نہ ہوگی، سفاکی اور خون ریزی کا بازار گرم

Marfat.com

کرنے میں بھی کوئی رکاوٹ نہ ہوگی، اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں کو ایذ[illegible]نے اور انکے شیشہ دلوں کو توڑنے میں بھی کوئی بات نہ ہوگی، اسلئے کہ ان سب برائیوں سے روکنے والی تیرے اندر ایک صفت حیاء تھی وہ ختم ہوگئی۔

تو سب کچھ ختم ہوگیا اور اگر وہ صفت باقی ہے تو نہ صرف یہ کہ اس صفت حیاء وشرم کے سبب وہ بڑے بڑے اور چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچتا چلا جائیگا بلکہ طاعات اور عبادات کی طرف اس کا دل کھنچتا چلا جائے گا، اور وہ خدا کا ایک مطیع اور فرمانبردار بندہ بن کر دارین کی کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہمکنار ہو جائیگا۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اس عظیم اور اہم ایمانی وصف کو حاصل کرنے اور نیکیوں کی جڑ کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں تا کہ اسکے سبب خود بخود برائیوں سے بچتے چلے جائیں، اور اچھائیوں سے متصف ہوتے چلے جائیں اور اس صفت کو اپنے اندر کسطرح پیدا کیا جائے اسکے متعلق مشہور تصوف کے امام حضرت جنید بغدادی کا ارشاد ملاحظہ فرمایئے کہ آپ سے کسی نے جب حیاء کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کے ان بے شمار انعامات اور احسانات کو یاد کرے، جو اسپر اللہ تعالیٰ نے فرمائے ہیں اور دوسری طرف وہ اپنی تقاصیر اور کوتاہیوں کو یاد کرے اور انکا مشاہدہ کرے جب یہ دونوں چیزیں اسکے سامنے آئیں گی تو اسکے دل میں خود بخود ایک حالت پیدا ہو جائے گی، اسی حالت کا نام ''حیاء'' ہے اور جب یہ صفت اس کے اندر پیدا ہو جائے گی تو پھر درجہ اسکی حفاظت کا آتا ہے، اور اسکی حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ ان اعمال، اقوال، اور افعال سے حتی الامکاں پرہیز کرے جو حیاء کی زیور کو ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں مثلاً فحش کلامی، فحش گوئی، گندے اور بے ہودہ رسائل اور کتابوں کے مطالعہ اور اس قسم کی مناظر کی دید اور اس قسم کی صحبت سے اجتناب کیا جائے۔

Marfat.com

امانت ودیانت

آنحضرت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ " **لاایمان لمن لاامانة لہ** " (کنز العمال ج ۲ ص ۱۰۔ بحوالہ طبرانی بیہقی) یعنی جس کے پاس امانت ودیانت نہیں گویا اسکے پاس ایمان ہی نہیں ۔ یہ حدیث ایک غیر امین شخص سے ایمان کی نفی کر کے امانت داری کی اہمیت کو اجاگر کر رہی ہے اور کیوں نہ ہو اسلئے کہ امانت اور دیانت کا تعلق انسان کی حیات کے تمام اہم ترین شعبوں سے ہے ۔ ایک مسلمان اگر امانت داری کی عمدہ صفت کو اپنائے تو وہ معاشرہ کا نہ صرف یہ کہ ایک بہترین فرد بن جائیگا بلکہ خدا اور اس کے رسول کے یہاں بھی اس کا مرتبہ بلند سے بلند تر ہوتا چلا جائیگا ۔

اسلئے کہ امانت داری کا تعلق صرف روپے پیسے کے لین دین تک محدود نہیں بلکہ اسکا مفہوم بڑی ہمہ گیر وسعت کا حامل ہے جو عبادات سے لیکر معاملات تک کو شامل ہے مثلاً یہ ہماری زندگی اور یہ ہمارا جسم خاکی اللہ کی ایک امانت ہے جو اس نے ہم کو کچھ مدت کے لئے عطا فرمائی ہے ۔ اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس امانت کو امانت دینے والے مالک اور رب کے کہنے کے مطابق رکھیں اور اسکی مرضی کے مطابق اسکو استعمال کریں اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو سمجھ لیجئے کہ ہم نے اس کی دی ہوئی امانت میں خیانت کی ۔ مثلاً یہ ہماری آنکھیں اسکی امانت ہیں اور یہ اسلئے ہمکو دی گئی ہیں کہ ان سے ہم اُسکے آثارِ قدرت کا مشاہدہ کر کے اپنے یقین کو کامل کریں اسکی طرف سے آئے ہوئے قرآن وسنت کے احکامات کو بغور دیکھیں

Marfat.com

اوران پرعمل کریں ،اگر ہم نے ان کوقرآن وحدیث یا دیگرعلوم کے پڑھنے میں استعمال کرنے کے بجائے گندے، لغو یا فحش مضامین، رسائل، جرائد یا کتابیں وغیرہ پڑھنے میں صرف کیا تو سمجھ لیجئے کہ ہم نے اس کی امانت میں خیانت کر کے گناہ کا ارتکاب کیا۔اسہی طرح کان اسکی امانت ہیں، انکواچھی اچھی باتوں کے سننے میں لگانا چاہئے ،زبان بھی اس کی امانت ہے،اسکو اللہ اور اسکے رسول اور اسکے محبوبوں کے ذکر سے ہمیشہ تر رکھا جائے ،دست وبازو بھی اس ہی کی امانت ہیں جن کو اسکے مالک کی مرضی کے مطابق مخلوق خدا کی نفع رسانی میں لگایا جائے لہٰذا اگر کسی نے زبان سے کسی کو گالی دی یا ایسی بات بھی کر دی جس سے اسکا دل دکھ گیا، جھوٹ بولا یا کسی کی غیبت اور بدگوئی کی تو گویا اس نے امانت میں خیانت کی ۔اسہی طرح کان سے کسی کی برائی سنی یا بے تکی لغو اور فحش باتیں سنیں اور ہاتھ سے کسی شخص کو ایذا دی تو گویا وہ بھی خیانت جیسے گھناؤنے جرم کا مرتکب ہوا۔

اور صوفیاء کرام تو بڑی پیاری بات فرماتے ہیں: کہ دل بھی اسکی امانت ہے لہٰذا اسمیں بھی اسہی خالق و مالک اور اسکے رسول کی محبت کے سوا کسی غیر کی محبت نہیں ہونی چاہئے ،اگر ہوئی تو امانت میں خیانت ہونے کے باعث اسکا ایمان کامل نہ رہا اسہی لئے ایک حدیث میں آنحضرت کا صاف ارشاد ہے کہ اسوقت تک کوئی مئومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسکو اسکے ماں باپ اولاد غرض تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان) بہرحال امانت کا وسیع مفہوم ہے اور مندرجہ بالا مفہوم کے علاوہ اسکا اطلاق اور بھی چند امور پر آتا ہے جن میں سے بہت سے احادیث

Marfat.com

سے ثابت ہیں ۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے مشورہ لیا جاتا ہے دراصل اسکو امانت سپر دکی جاتی ہے۔ (ادب المفرد بخاری باب المنشار مؤمن) اسکا مطلب ہے کہ اگر کوئی تم سے مشورہ لے تو اسکی بات اڑاتے نہ پھرو، اسکا راز فاش نہ کرو کہ یہ راز بھی تمہارے پاس اس کی امانت ہے، اگر کسی کی کوئی چیز تمہارے پاس ہے تو اسکا جوں کا توں مالک کو واپس کرنا بھی امانت ہے، اگر کسی نے آپ سے کوئی مشورہ مانگا تو اسکو صحیح مشورہ دینا بھی امانت ہے ۔اگر کوئی کسی کا نوکر یا ملازم ہے تو اسکو اپنی ڈیوٹی پوری پورے وقت میں پوری تندہی کیساتھ کرنا بھی امانت داری میں شمار کیا جائیگا اسہی طرح حکام کیلئے یہ رعایا بمنزلہ امانت ہیں انکے دکھ سکھ کا خیال رکھنا اللہ کی ایک عظیم امانت کا پاس کرنا ہوگا جسکی ذمہ داری اللہ نے تم پر ڈالی ہے۔

Marfat.com

تقوے کے فوائد

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا مانگا کرتے تھے کہ ''اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت کا، تقوے کا، پاکدامنی اور غنیٰ کا (جامع الترمذی ابواب الدعوات ص ۲۰۸) اس سے معلوم ہوا کہ ''تقویٰ'' بڑی اہم اور عظیم چیز ہے کیونکہ خود نبی رؤف ورحیم اس کو خدا کی بارگاہ سے دعائیں مانگ کر طلب کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے جس چیز کو مصطفیٰ خدا کی بارگاہ سے مانگیں گے وہ چیز بہت ہی قیمتی اور گراں ہوگی، بے شمار فوائد اور ثمرات سے مالا مال ہوگی، اس لئے بے کار اور بے فائدہ چیز تو حضور کبھی مانگ نہیں سکتے۔ آیئے ذرا دیکھیں کہ تقویٰ میں کیا کیا فوائد مضمر ہیں، لیکن اس سے پہلے ضمناً یہ سمجھتے چلیں کہ تقوے کے کیا معنی ہیں اور اس کی کیا حقیقت ہے۔

دراصل تقوے کے لغوی معنی ''بچنے'' کے ہیں اور اصطلاح شرع میں اس کے معنی یہ ہیں انسان خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنے نفس کو ہر اس اقدام سے بچائے اور محفوظ رکھے جو خدا کی ناراضگی کا سبب ہو۔ یہ ایک ایسا عام مفہوم ہے جو انسان کے تمام شعبہ ہائے زندگی پر محیط ہے، خواہ وہ عبادات ہوں، معاملات ہوں، تجارت ہو، امور خانہ داری ہو، ملکی معاملات ہوں یا بین الاقوامی تعلقات ہوں غرض ہر قسم کے دینی اور دنیوی امور کو خدا اور اس کے رسول کی مرضی کے مطابق چلانے کا نام تقویٰ ہے۔ لہذا انسان کی زندگی کا کوئی لمحہ تقوے سے باہر نہیں ہوسکتا، اسی لئے قرآن میں ''تقوے'' کو لباس کے ساتھ تعبیر کرتے ہوئے فرمایا گیا

Marfat.com

کہ ''ولباس التقوٰی ذالک خیر'' کہ تقوے کا لباس سب سے اچھا لباس ہے تو تقوے کو یہاں لباس سے اسی لئے تعبیر کیا گیا کہ جس طرح انسان ظاہری لباس سے کبھی باہر نہیں ہوسکتا، اسی طرح ''تقویٰ'' جو اس کے لئے معنوی لباس ہے اس سے بھی وہ کبھی باہر نہیں ہوسکتا۔

''تقویٰ'' حاصل کرنے والے انسان کو دنیا اور آخرت کے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ دنیاوی فوائد تو یہ ہیں کہ جب وہ خدا کے احکام کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے گا تو نہ صرف یہ کہ اس کی زندگی خوشگوار گزرے گی بلکہ اس کے ساتھی اور دوست، اس کے ہمسائے اور پڑوسی بھی اس سے فرحت اور سکون پائیں گے اور پھر جب معاشرے کا ہر فرد تقوے والا بن جائے گا تو پورا معاشرہ سکون اور طمانیت کا گہوارہ بنتا چلا جائے گا۔ پھر وہ ایسا پاکیزہ معاشرہ ہوگا جہاں چوری کا ڈر ہوگا نہ ڈاکے کا، نہ فتنہ وفساد کا خوف ہوگا نہ قتل وقتال کا، نہ عزتوں کے لٹنے کی فکر ہوگی نہ عفتوں کے تار تار ہونے کی بلکہ ہر شخص تقوے کے باعث ایک دوسرے کا ہمدرد وغمگسار، معین ومددگار بن جائے گا۔ دنیاوی فوائد میں سے ایک عظیم فائدہ یہ بھی حاصل ہوگا کہ اس متقی انسان کی تمام مشکلیں اور مصیبتیں آسان ہوتی چلی جائیں گی اس لئے کہ قرآن کا ارشاد ہے ''**واللہ ولی المتقین**'' کہ اللہ تقوے والوں کا دوست ہے، تو جب وہ کائنات کا رب، وہ احکم الحاکمین اس کا دوست بن گیا پھر بھلا اس کے لئے کونسی مشکل باقی رہ سکتی ہے۔

اخروی فوائد میں متقی کو ایک فائدہ تو یہ حاصل ہوگا کہ جنت اور جنت کی تمام نعمتیں اس دن اس کے لئے ہونگی، چنانچہ قرآن کا واضح اعلان ہے کہ ''ان

Marfat.com

المتقین فی جنات ونعیم" کہ بے شک تقوے والے باغوں اور نعمتوں میں گھرے ہوئے ہونگے، اور پھر ایک سچے مسلمان کے لئے جنتوں کی کیا حقیقت ہے؟ اس کے لئے تو سب سے بڑی چیز خدا کی رضا اور خوشنودی ہے، تمام کام اسی لئے کرتا ہے تا کہ اس کا رب اس سے خوش ہو جائے، اب خدا کی طرف سے بھی اس کے لئے خوشخبری سنا دی جاتی ہے کہ "**فان الله یحب المتقین**' کہ بیشک متقین یعنی تقوے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ایک مومن کے لئے اور کیا خوشخبری ہوگی کہ خدا نے اس کو اپنا محبوب بنالیا ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ اس کی تمام نعمتوں کا صلہ مل گیا، خدا کی رضا اور خوشنودی کیا ملی آج اس کو دونوں جہاں کی دولتیں مل گئیں۔ اور پھر یہی نہیں کہ صرف خدا کی محبت اس کو مل گئی بلکہ خدا کے محبوب بن جانے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ پھر خدا کے تمام بندے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، مخلوق خدا کے قلوب اس کی عقیدت اور محبت کے جذبات سے لبریز ہو جاتے ہیں۔

اور یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جس کو صحیح مسلم نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب اللہ اپنے کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو اپنے مقرب فرشتے جبرئیل سے فرماتا ہے کہ اے جبرئیل! مجھے فلاں بندے سے محبت ہوگئی ہے تو بھی اس سے محبت کر، چنانچہ جبرئیل پھر اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمانوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ فلاں شخص سے اللہ کو محبت ہے، اے آسمان والو تم بھی اس سے محبت کرو چنانچہ تمام اہل سماء اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر زمین پر اس بندے کی

Marfat.com

مقبولیت رکھ دی جاتی ہے جس کے باعث بندگان خدا کے دل خود بخود اس کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ خواجہ نقشبند، حضرت امام ربانی، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت بابا فرید گنج شکر، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، شاہ عبد اللطیف بھٹائی جیسے بزرگان دین کے نام کا آج بھی عالم میں ڈنکا بج رہا ہے، جو دلیل ہے اس بات کی کہ خدا نے ان کو اپنا محبوب بنالیا تھا۔

Marfat.com

نماز کی اہمیت

انسان کسی دنیاوی حاکم یا بادشاہ کے دربار میں کسی طرح رسائی حاصل کرنے کیلئے بے چین و بے قرار رہتا ہے لیکن ذرا غور کیجئے کہ مسلمان کتنے خوش نصیب ہیں کہ انکو کائنات کے رب، بادشاہوں کے بادشاہ، اس احکم الحاکمین اور رب العٰلمین کی بارگاہ بے کس پناہ میں نماز جیسی عبادت کے ذریعہ دن اور رات میں پانچ مرتبہ حاضری نصیب ہوجاتی ہے، اور وہ اسکے ذریعہ اپنے رب سے مناجات بھی کرلیتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سب سے زیادہ محبوب عبادت تھی اور آپ بلال کو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "**اقم الصلوٰۃ یابلال ارحنا بھا**" (مشکوۃ باب القصد فی العمل) یعنی اے بلال آذان دو تاکہ ہم نماز پڑھکر راحت ومسرت حاصل کریں، اور جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو کیف ومسرت کے ساتھ ساتھ انتہائی خشوع وخضوع کو اختیار فرماتے تھے کیونکہ جب ادنیٰ سے کسی دنیاوی حاکم اور بادشاہ کے دربار میں وہاں کی حاضری کے آداب ملحوظ خاطر رکھے جاتے ہیں تو پھر احکم الحاکمین کی بارگاہ میں وہاں شایان شان آداب کا کیوں نہ لحاظ رکھا جائے، یہی وجہ ہے کہ :حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی یوں تصویر کشی فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھ کر باتیں کرتے تھے اور ہم ان سے باتیں کرتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آتا تھا تو گویا آپ ایسے ہوجاتے تھے جیسے نہ آپ ہم کو جانتے ہوں نہ ہم آپکو (مکاشفۃ القلوب

Marfat.com

للامام غزالی ص ۱۱۰)۔

اس حدیث میں اس بارگاہ لم یزل کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے شوق اور رغبت کا بیان ہے جبکہ حاضری کے بعد جو آداب حاضری آپ ملحوظ رکھتے تھے اسکا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے کہ ایک روز ابوجہم نے ایک سیاہ چادر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی آپ نے اسکو اوڑھ کر نماز پڑھی لیکن نماز میں آپ کی توجہ چادر کی خوبصورتی کی طرف ہوگئی تو نماز سے فارغ ہوکر آپ نے فوراوہ چادر اتاردی اور صحابہ سے فرمایا کہ یہ چادر واپس ابوجہم کودے دو کیونکہ اس نے مجھے نماز سے غافل کردیا مجھے تو سادی چادر دے دو۔(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ ج ا ص ۴) اس حدیث سے جہاں بارگاہ الٰہی میں حاضری کے آداب کا پتہ چلا وہاں یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ دنیا کے وہ تمام کام ،مصروفیتیں ، امور، غرض وہ تمام چیزیں جو تمہارے دل سے خدا کی یاد کو ختم کردیں اور تمہیں خدا سے غافل کردیں وہ سب تمہارے لئے حرام اور باعث عذاب ہیں اور وہ کام جو تمہیں خدا سے غافل نہ کریں بلکہ خدا سے ملادیں وہ دنیاوی کام بھی تمہارے لئے باعث رحمت وثواب ہیں بلکہ عبادات ہیں اور نماز یہ تو وہ عبادت ہے جو خدا کو بھی سب سے زیادہ محبوب ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ''اگر خدا کو نماز سے زیادہ کوئی اور عبادت محبوب ہوتی تو فرشتوں کو اسکے لئے مقرر کرتا حالانکہ ان کے لئے صرف نماز کے افعال مقرر کئے ہیں یعنی کوئی رکوع کررہا ہے تو کوئی سجدے میں ہے تو کوئی کھڑا ہے اور کوئی بیٹھا ہے۔

Marfat.com

یوم الحج

یوم الحج یعنی حج کا دن بڑا مبارک اور مسعود دن ہے اللہ تعالیٰ اس مبارک دن میں اپنے بندوں کو اپنے پاس بلا کر ان پر جو انعامات و اکرامات کی بارش کرتا ہے اسکا اندازہ اس حدیث مبارک سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کیسامنے عرفہ کے دن وقوف کرنے والے بندوں پر فخر اور ناز کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے ملائکہ دیکھو میرے بندوں کو میرے پاس پراگندہ بال اور غبار آلودہ حالت میں لبیک کی آوازیں بلند کرتے ہوئے اور گریہ وبکاء کی چیخوں سے شور مچاتے ہوئے دور دراز سے دوڑتے ہوئے آرہے ہیں۔ میں تمہیں گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اپنے ان تمام بندوں کو بخش دیا، ان کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا فرشتے عرض کریں گے کہ اے رب اس مجمع میں تو فلاں مرد اور فلاں عورت بھی موجود ہے اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ میں نے ان کو بھی بخش دیا (مشکوٰۃ باب الوقوف بعرفہ) اسپر حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حضور کا ارشاد ہے ''**وھم قوم لا یشقٰی جلیسھم**'' کہ یہ خدائی صالح بندے وہ ہوتے ہیں کہ انکے ساتھ رہنے والے بھی تر جاتے ہیں، اور انکے صدقہ میں انکی بھی بخشش اور مغفرت ہو جاتی ہے اور مغفرت بھی اس شان کی ہوتی ہے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ اگر چہ اسکے گناہ ریت کے ذروں کے برابر کیوں نہ ہوں اس روز اس رحیم وکریم کے دریائے رحمت و بخشش میں سب بہتے چلے جائیں گے (طبرانی، بزاز) اور نہ صرف یہ کہ اسکے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بلکہ اگر وہ صدق دل سے کسی کی سفارش بارگاہ خداوندی میں کرے

Marfat.com

تو اسکے بھی خدا گناہ معاف فرمادیگا (طبرانی، بزاز) یہ تو ان لوگوں کا حال اور ان لوگوں کی شان ہے جو اسوقت خدا کے مہمان ہوتے ہیں اور حرم شریف کی عفو بار فضاؤں میں سانس لے رہے ہوتے ہیں اور وہ لوگ جو دور افتادہ، مکہ و مدینہ سے بہت دور دراز علاقے میں ہوں لیکن دل میں یاد الٰہی کی دیپ جلائے اور عشق مصطفیٰ کی شمع فروزاں کئے ہوئے عفو خداوندی کے امید وار ہوں اور رحمت الٰہی کے طلبگار رہوں تو خدا کی بیکراں رحمت انہیں بھی اپنے آغوش میں لے لیتی ہے اور اسے بھی مژدۂ مغفرت سے سرفراز کر دیا جاتا ہے، لیکن اسکے لئے ایک شرط ہے وہ یہ کہ وہ شخص اپنے آپ کو اس دن گناہوں سے محفوظ رکھے چنانچہ آنحضرت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا کہ جو شخص عرفہ کے دن اپنے کان آنکھ اور زبان کی حفاظت کریگا تو اللہ تعالیٰ اسکی مغفرت فرمادیگا۔ (مسند احمد، طبرانی) خدا کے بیکراں انعامات واکرامات کے مقابلہ میں یہ شرط کوئی حیثیت نہیں رکھتی لیکن افسوس اس مبارک اور مسعود دن کو خدا کی عبادت اور اطاعت میں گزارنے کے بجائے ہم اسکو لہو ولعب اور تساہل اور کاہلی کی نظر کر دیتے ہیں، اگر ہم عزم کرلیں کہ آج کے دن خود کو گناہوں سے حتی الامکان بچائیں گے، نہ ممنوعہ چیزوں کی طرف دیکھ کر آنکھ کا گناہ کریں گے، نہ برائی، فحش اور گندی باتوں کو سنکر اپنے کانوں کا گناہ کریں گے اور نہ زبان سے کوئی غیبت، چغل خوری اور جھوٹ وغیرہ بولکر زبان کا گناہ کریں گے تو انشاء اللہ یہ دن نہ صرف ہمارے لئے دین و دنیا کی فلاح اور کامرانی کا دن ہوگا بلکہ ہمارے دوستوں اور ہم نفسوں اور ہم مجلسوں اور ہمسائیوں کیلئے بھی راحت وعافیت، اور امن ورحمت کا پیغام بن جائیگا۔

Marfat.com

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام عمر کی اب آخری منزل کو پہنچ چکے تھے، بال سفید ہو گئے تھے، کمر جھک گئی تھی، جسم نحیف و ناتواں ہو گیا تھا، کمزوری اور نقاہت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ آپ زیادہ چل بھی نہیں سکتے تھے، بس صرف اپنی عبادت گاہ اور ہیکل تک بمشکل جاتے اور عبادت کر کے واپس گھر آ جاتے تھے، یہ بڑھاپا اور اس پر زندگی کے ایک اہم غم اور ایک عظیم فکر نے آپ کو اور بھی مضمحل کر دیا تھا اور وہ غم یہ تھا کہ عمر کے اس آخری حصے میں آپ ابھی تک بچہ سے محروم تھے، آپ کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی، آپ کو یہ بات ہمیشہ محزون و اشکبار رکھا کرتی تھی کہ اب میرے بعد کون میرے اس علم و حکمت کا وارث بنیگا؟ کون اس طوفان خیز آندھیوں میں علم کو بلند رکھے گا؟ لہذا اس گلشن نبوت کی رونق کے لئے آپ ہر وقت بارگاہ الٰہی میں دست بدعا رہتے تھے۔

اگرچہ آپ اپنے بڑھاپے اور اپنی زوجہ محترمہ کے بانجھ ہونے کے باعث اولاد سے بالکل مایوس ہو گئے تھے لیکن اب بھی خدا کی رحمت سے ناامید نہ تھے اور یہ امید ان کی اس وقت اور بھی قوی ہو گئی جب انہوں نے ایک روز ہیکل میں حضرت مریم علی نبینا وعلیہا السلام کے پاس بے موسم پھل دیکھے تو بڑے تعجب کی ساتھ پوچھا "**یـامـریم انّـی لكِ هذا؟**" اے مریم یہ پھل اس وقت تمہارے پاس کہاں سے آئے ہیں؟ "**قالت هو من عندالله**" تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ اللہ کے پاس سے آئے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان کی ناامیدی امید میں بدلتی چلی گئی اور ان کو یقین ہو گیا

Marfat.com

کہ جو ذات اس بے موسم میں مریم کو پھل عطاء کر سکتی ہے وہ اس ناامیدی کی حالت میں ''بیٹے'' کی صورت میں ہمیں ثمر حیات بھی عطاء کر سکتی ہے۔

چنانچہ آپ اسی وقت یقین کامل کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں دعا کے لئے مصروف ہو گئے اور ہاتھ پھیلا کر خدا سے یوں مانگنے لگے "**قال رب هب لی من لدنك ذرية طيبة انك سميع الدعاء**" اے میرے پروردگار مجھے اپنے فضل سے پاکیزہ اولاد عطاء فرما بلاشبہ تو دعا کو سننے والا ہے۔ ادھر نبی کے ہاتھ اٹھے ادھر بارگاہ الٰہی میں دعا مقبول ہوتی چلی گئی، اور جب وہ محراب میں کھڑے ہوئے عبادت میں مصروف تھے تو خدا کی طرف سے ایک فرشتہ نے آ کر آپ کو خوشخبری سنائی کہ آپ کے یہاں ایک لڑکا ہوگا جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ یہاں سے ہمیں یہ سبق ملا کے زندگی کے کل سے مشکل ترین حالات میں بھی ہمیں کبھی خدا کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے، وہ جب بے موسم پھل لانے پر قادر ہے تو ناامیدی میں ہماری امیدیں برلانے پر بھی قادر ہے، یہ وہ ہی قادر مطلق ہے جو ہر رات کی ظلمت اور تاریکی میں سے روشنی و نور کی کرنیں نکالتا ہے، تو وہ ہی ہمارے غم والم کے ظلمت کدہ میں فرحت و مسرت کی کرنیں بھی بکھیر سکتا ہے لہذا ہمیں دنیا کے بڑے سے بڑے غم واندوہ سے پریشان اور متفکر نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اس قادر مطلق کے حضور اس یقین کے ساتھ ہاتھ پھیلا کر مانگنا چاہئے کہ وہ ہی پریشان حالوں کی دعاؤں کو سننے والا ہے، وہ ماں باپ سے زیادہ اپنے بندوں پر شفیق و مہربان ہے اور ان کی دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے، اس یقین کے ساتھ اگر ہم نے اسکے حضور دعا کی تو ان شاء اللہ ہماری دعا ضرور قبول ہوگی اور جو ہمارے لئے بہتر ہوگا اس ہی کے مطابق نتیجہ ظاہر ہوگا۔

Marfat.com

الغرض اس فرشتہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ولادت کی بشارت بھی دی اور اس نومولود کے محاسن وکمالات کی بھی پیشن گوئی کی جس کو قرآن اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے "**فنادته الملٰئكة وهو قائم يصلى فى المحراب ان الله يبشرك بيحيىٰ مصدقا بكلمة من الله وسيدا و حصورا ونبيا من الصالحين**" یعنی جب حضرت زکریا علیہ السلام حجرہ کے اندر نماز میں مشغول تھے تو فرشتوں نے آپ کو آواز دی کہ اللہ تجھ کو یحییٰ کی ولادت کی خوشخبری سناتا ہے جو شہادت دیگا اللہ کے ایک کلمہ کی، صاحب مرتبہ اور برگزیدہ ہوگا اور گناہوں سے بالکل پاک ہوگا اور نیکوکاروں میں سے نبی ہوگا۔

چنانچہ اس بشارت کے عین مطابق حضرت یحییٰ علیہ السلام ان مذکورہ بالا محاسن اور خوبیوں کے ساتھ اس عالم میں تشریف لائے آپ کا بچپنہ عام بچوں کی طرح کھیل کود اور لہو ولعب کی نذر نہ تھا بلکہ آپ کو خدا کی طرف سے عہد طفولیت میں ہی علم وحکمت سے مالا مال کر دیا گیا تھا، چنانچہ سیرت کی کتابوں میں ہے کہ بچپن میں جب آپ کے ہم عمر بچے آپ سے کھیلنے کے لئے اصرار کرتے تو آپ ان کو یہ جواب دیتے تھے کہ خدا نے مجھے لہو ولعب کے لئے پیدا نہیں کیا۔ اور ایسا اکثر دیکھا گیا ہے کہ مستقبل میں عظیم انسان بننے والے کو خدا بچپن ہی سے برے اور بے فائدہ کاموں سے ہٹا کر اچھے، مفید اور عظیم کاموں کی طرف لگا دیتا ہے، اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بھی بچپن ہی سے علم وحکمت کا خوگر بنا کر نبوت کے عظیم بارگراں کو برداشت کرنے کا اہل بنا دیا۔ جب وہ اس عظیم منصب کے لائق ہو گئے تو تیس سال کی عمر سے قبل ہی آپ کو نبوت سے سرفراز کر دیا گیا۔

Marfat.com

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے اوصاف کے متعلق جتنی بشارتیں دی گئی تھیں وہ سب آپ میں بدرجہ اتم موجود تھیں، چنانچہ آپ کو ''سید'' کہا گیا جس کے یہاں معنی حلم کے بھی ہیں عالم وفقیہ کے بھی ہیں، دین ودنیا کے سردار کے بھی ہیں، شریف و پرہیز گار کے بھی ہیں اور یہ سب آپ میں بدرجہ کمال موجود تھے تقوے اور پرہیز گاری کا تو یہ عالم تھا کہ آپ نے عمر بھر شادی نہیں کی لیکن کبھی آپ کے دل میں گناہ کا خیال اور خطرہ تک نہیں آیا۔

دوسری آپ کی صفت یہ بیان کی گئی کہ آپ ''حصور'' ہیں۔ ''حصور'' اسم فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا مادہ ''حصر'' ہے اس کے معنی رکاوٹ کے ہیں تو حصور کے معنی یہ ہونگے کہ خدا کے نزدیک جن امور سے رکنا ضروری ہے ان سے رک جانے والا، تو یہ معنی بھی حضرت یحییٰ علیہ السلام میں کامل طور پر موجود تھے کیونکہ آپ نے اپنی زندگی میں ہر اس کام سے اجتناب کیا جس کی خدا کی طرف سے ممانعت تھی حتی کہ وہ امور جو اللہ تعالی کی طرف توجہ میں رکاوٹ بنتے تھے، اس استغراق میں مخل ہوتے تھے آپ نے اپنی تمام زندگی ان سے بھی کنارہ کشی اختیار کرلی جیسے، شادی اور نکاح ہے کہ اس ذمہ داری کو قبول کرنے کے بعد انسان تمام وقت خدا کی عبادت میں صرف نہیں کرسکتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کو اب ان فرائض کو بھی پورا کرنا ہوتا ہے۔

تو چونکہ یہ امور اور فرائض اس توجہ الی اللہ میں مخل ہوتے تھے اس لئے حضرت یحییٰ نے اپنی تمام زندگی اس سے اجتناب کیا اور کبھی بھی شادی نہیں کی بلکہ اپنی ساری زندگی کا اکثر حصہ جنگلوں اور صحراؤں میں بسر کیا اگرچہ یہ عزلت نشینی، دنیا

Marfat.com

واہل دنیا سے انقطاع روحانی کمال حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے اور اس ہی پر عمل پیرا ہو کر بڑے بڑے انبیاء اور رسولوں نے خدا کا قرب حاصل کیا لیکن جب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے تو آپ نے اعلان فرمادیا کہ "**لا رهبانية فى الاسلام**" (کشف الخفا للعجلونی ۲/ ۵۲۸) کہ دنیا سے انقطاع، تبتل ورہبانیت کے یہ سب طریقے اسلام سے قبل تھے، اب اسلام میں اس رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں، اب کمال حاصل کرنے کے لئے قرب الٰہی کی لذتوں سے بہرہ ور ہونے کے لئے، عروج وارتقاء کی منزلوں کو چھونے کے لئے، اب غاروں پہاڑوں میں جانے کی ضرورت نہیں، اب دوستوں اور رشتہ داروں سے قطع تعلقی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اب عمر بھر شادی نہ کر کے نسل انسانی کو منقطع کرنے کی کوئی احتیاج نہیں بلکہ اس ہی دنیا میں رہتے ہوئے اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق اداء کر کے سب مقام حاصل کئے جاسکتے ہیں اور عروج وارتقاء کی رفعتوں پر پہنچا جاسکتا ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس پر شاہد ہے کہ آپ نے تبتل اور رہبانیت کی زندگی بسر نہیں فرمائی بلکہ احباب کے ساتھ رہ کر ان کے حقوق ادا کئے، رشتہ داروں کے ساتھ رہ کر ان کا خیال رکھا، شادیاں کر کے بیویوں کے حقوق ادا کئے، اور اس ہی میں عبادت الٰہی کر کے اپنے مالک کے حقوق بھی ادا کئے اور اس طرح کامیاب اور کامل زندگی کا نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اوصاف ومحاسن کا ایک درخشاں پہلو آپ کا جذبۂ خشیت الٰہی ہے، آپ ہر وقت خدا کے خوف سے لرزاں وترساں رہا کرتے

Marfat.com

تھے۔ خشیت الٰہی کے باعث آپ پر ہمیشہ گریہ طاری رہا کرتا تھا۔ چنانچہ ابن عساکر نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ خوف الٰہی میں اس قدر رویا کرتے تھے کہ روتے ہوئے آپ کے رخساروں پر آنسوؤں کے نشان پڑ گئے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے والد حضرت زکریا علیہ السلام آپ کو تلاش کرتے ہوئے جنگل کی طرف گئے تو دیکھا پہاڑ کے دامن میں آپ بیٹھے ہوئے گریہ وزاری میں مصروف ہیں یہ دیکھ کر باپ نے کہا کہ بیٹا ہم تو تیری یاد میں بے چین و پریشان سرگرداں وحیراں ہیں اور تو یہاں بیٹھا ہوا آنسو بہا رہا ہے، اس پر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ ''اے ابا جان آپ نے ہی مجھ کو بتایا تھا کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک ایسا لق و دق میدان ہے جو خدا کی خشیت میں آنسو بہائے بغیر طے نہیں ہوسکتا اور اشک باری کے بغیر جنت تک رسائی نہیں ہوسکتی اس لئے میں رو رہا ہوں یہ سن کر حضرت زکریا علیہ السلام کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے اور آپ بھی خدا کے حضور تضرع وزاری میں مصروف ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ''رونا'' بھی عجیب چیز ہے، خدا کی محبت اور اس کی خشیت میں جب بندہ روتا ہے تو اشکوں کی برسات سے اس کے تمام گناہ دھلتے چلے جاتے ہیں اور خدا کی رحمتیں اس کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہیں، اور اقبال کا مرشد رومی تو اس کا خوب فلسفہ بیان کرتا ہے، کہتا ہے کہ ؎

ہر کجا آب رواں خضرت بود
ہر کجا اشک رواں رحمت بود

یعنی جہاں پانی رواں ہوتا ہے وہاں سبزہ لہرانے لگتا ہے اور گل وگلزار کھل اٹھتے ہیں، اور جہاں آنسوؤں کا پانی رواں ہوتا ہے وہاں رحمت خداوندی کے پھول

Marfat.com

کھلنے لگتے ہیں، قلب کی ظلمتیں چھٹتی چلی جاتی ہیں اور سرور سے فضا معمور ہو جاتی ہے۔ اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہما کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کی آنکھوں سے اکثر اشکوں کی برسات جاری رہتی تھی، حتیٰ کہ بعض دفعہ تو ایسا غلبۂ حال ہوتا تھا کہ روتے روتے آپ کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔ بہر حال حضرت یحییٰ علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی تھے جو ہمہ وقت خدا کی یاد میں مستغرق اس کے خوف اور محبت میں گریاں و ترساں رہا کرتے تھے۔ آپ نے جب اعلاء کلمہ حق کیا، معبودان باطلہ کی مخالفت کر کے ایک معبود برحق کی طرف لوگوں کو بلایا، توریت کے اسباق یہود کو یاد دلانے شروع کئے تو یہ قوم آپ کی جان کی دشمن اور آپ کے خون کی پیاسی ہوگئی۔

اس زمانہ میں چوتھائی ملک کا بادشاہ اور حاکم ہیرودیس رومی تھا اس کے اپنے بھائی فیلیوس کی بیوی سے ناجائز تعلقات تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام حاکم وقت کو اس کے ان قبیح اور ناپاک افعال پر تنبیہ فرمایا کرتے تھے جو اس کو بڑی ناگوار گزرتی تھی آخر روز روز کی نکتہ چینی سے تنگ آ کر اس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قید کرا دیا۔ ہیرودیس کی محبوبہ اس کو ہمیشہ حضرت یحییٰ کے خلاف سخت انتقامی کاروائی کرنے پر اکساتی رہتی تھی لیکن وہ ہر بار ٹال جاتا تھا، ایک روز جبکہ اس کی سالگرہ کا دن تھا، عیش و عشرت کی محفل گرم تھی، اس کی محبوبہ کی لڑکی نے اپنے رقص و سرود سے اس حاکم کو ایسا مسحور کیا کہ وہ خوشی میں یہ قسم کھا بیٹھا کہ تو جو مانگے گی تجھے وہی دیا جائے گا، اس نے اپنی ماں کے اشارے پر طلب کیا تو یہ کہ اس کو حضرت یحییٰ کا سر چاہئے، حاکم وقت نے اپنی قسم کو پورا کرنے کی خاطر جلاد کو حکم دیا جس نے حضرت

Marfat.com

یحییٰ کو قتل کر کے آپ کا سر ایک طشت میں رکھ کر حاکم کے سامنے پیش کر دیا۔ اور یہ ایک نہیں نہ جانے کتنے خدا کے برگزیدہ پیغمبروں کو اس قوم نے اسی طرح تہ تیغ کیا تھا۔

چنانچہ قرآن ان کی اس سفاکانہ روش کو یوں بیان کرتا ہے کہ "**ان الذین کفروا بآیات الله و یقتلون النبیین بغیر حق و یقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس فبشرهم بعذاب الیم**" جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا اور ناحق پیغمبروں کو قتل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی قتل کر دیتے ہیں جو ان کو انصاف کا حکم دیتے ہیں، تو ان کے لئے دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔ چنانچہ قرآن شاہد ہے کہ پھر ان پر وہ وہ عذاب نازل ہوئے کہ جس کو سن کر بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ قوم یہود جس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا تھا اللہ نے اس کی سزا میں ان کو زمین میں دھنسا دیا۔

آج بھی بعض لوگ علماء اور اولیاء کی توہین اور گستاخیاں کرتے ہیں ان کو تکلیفیں اور ایذائیں پہنچاتے ہیں وہ خدا سے ڈریں اور توبہ کریں کہیں وہ بھی اس وعید میں شامل ہو کر خدا کے دردناک عذاب کے مستحق نہ بن جائیں اس لئے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے یہ علماء عظام اور اولیائے کرام حضرت یحییٰ علیہ السلام اور دیگر انبیائے بنی اسرائیل کے مثل ہیں خود سرکار رسالتمآب کا ارشاد ہے کہ "**علماء امتی کأنبیاء بنی اسرائیل**" لہذا ان کی توہین و ایذاء انبیاء کی توہین و ایذاء کی مثل ہے، جسطرح ان کے لئے دردناک عذاب کی وعید ہے اسی طرح ان عشق رسول سے سرشار علمائے حق کی تکلیف و ایذاء اور ان کی توہین بھی غضب الٰہی کا موجب ہے۔

Marfat.com

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ثانی اثنین

اس ذاتِ ہمایوں صفات کی کیا مدحت سرائی کی جائے جس کی تعریف و توصیف خود خدا اور خدا کا حبیب کرتا ہو، جس کے خلوص و وفا، جود و عطاء، اعمال بے ریا، اور عشق مصطفیٰ پر جہاں آیات قرآنی صدائے تحسین بلند کر رہی ہوں، اور وفور محبت میں دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے خود اقوال مصطفیٰ جسکی عزت و افتخار کو رشک صد جہاں کر رہے ہوں اس کی مدح و ثناء کس کے بس کا کام ہے ایسی جامع و کامل ذات کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کیلئے میرے نزدیک پروردۂ آغوش نبوت، کان حیاء و مروت، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان فیض ترجمان سے آپ کی تعریف میں نکلے ہوئے یہ الفاظ نقل کر دینا کافی ہے کہ "**وعن عمر رضی اللہ تعالی عنہ قال ابوبکر سیدنا وخیرنا و احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**"

ترجمہ: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور ہم میں سب سے بہتر ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں'' (مشکوۃ شریف بحوالہ ترمذی ص ۵۵۵)۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رمز شناس اور حقیقت بین نگاہ نے اس مرد با خدا پر آقائے دو جہاں سرور کون مکان کے الطاف و عنایات کی بارشیں برستی دیکھ کر ان چند کلمات میں حقیقت کو جس طرح بے نقاب کیا ہے اور اس با جمال و با کمال شخصیت کی تعریف کو ان دو کلموں میں جس طرح سمو کر

Marfat.com

رکھ دیا ہے وہ دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے، وہ عمر، جس کو مصطفیٰ علیہ التحیۃ والتسلیم نے بارگاہ رب العزت سے دامن طلب پھیلا پھیلا کر مانگا تھا، وہ پیاری اور محبوب ذات یوں گوہر افشانی فرمائے کہ "**احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**" کہ نگاہ نبوت میں سب سے زیادہ محبوب شخصیت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے تو اس سے بڑھ کر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور کیا تعریف ہوسکتی ہے۔ عمر نے سچ فرمایا کہ بارگاہ رسالت کی محبوب ترین ذات ابوبکر ہے، اس لئے کہ جب ایک محبّ عشق و محبت میں اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کی نظر میں سوائے محبوب کے اور کوئی نہیں رہتا، اس کی زندگی کا اولین و آخرین مقصد صرف اور صرف محبوب کی ذات بن جاتی ہے، بلکہ جب اس کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ:

تیری آرزو میں جینا تیری جستجو میں مرنا
یہی میری زندگی ہے یہی میری بندگی ہے

تو اب وہ ''محبّ'' سے ''محبوب'' بن جاتا ہے اور ''محبوبیت'' کے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہو کر وہ اپنے محبوب کی نگاہِ لطف و کرم کا تارہ بن جاتا ہے یہی حال اس ''صدّیق عتیق'' کا ہے جنہیں اپنے آقا و مولیٰ روح کائنات، جان موجودات صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ والہانہ محبت تھی جس کی نظیر تاریخ عالم کے صفحات پر ملنی مشکل ہے جس کا کچھ نقشہ علامہ اقبال نے یوں کھینچا ہے کہ:

پروانہ کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول بس

Marfat.com

پھر ایسا محبّ باوفا، ''محبوبیت مصطفےٰ'' کی خلعتِ فاخرہ سے اگر سرفراز نہ ہوگا تو اور کون ہوگا؟ اس ہی حقیقت کا اعتراف علی المرتضی شیر خدا مشکل کشا رضی اللہ تعالی عنہ نے واشگاف الفاظ میں یوں بیان فرمایا ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی اور آپ کے جسم اطہر پر چادر ڈال دی گئی تو اس جان کاہ خبر سے تمام مدینہ میں کہرام مچ گیا اہل مدینہ کی آہ وفغاں سے مدینۃ الرسول کی درودیوار لرز اٹھیں، اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ گھبرائے ہوئے تشریف لائے اور آپ یہ فرمارہے تھے کہ "انا للہ وانا الیہ راجعون" آج خلافت نبوت کا خاتمہ ہوگیا'' یہاں تک کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے جسم اطہر کے پاس پہنچے اور آپ نے فرمایا'' اے ابوبکر آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے، آپ ان کے مونس تھے، آپ ان کے مرجع ومعتمد تھے، اور آپ کے رازدار و مشورہ دینے والے تھے، آگے فرمایا کہ، آپ سب سے زیادہ بارگاہ رسالت میں مقرب تھے، اور اطوار و عادات، بزرگی وشرافت کے لحاظ سے سب سے زیادہ رسول خدا کے مشابہ تھے۔ (ازالۃ الخفاء ص ۱۴۹)۔

اسہی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا کہ کیا تم نے ابوبکر کی تعریف میں کچھ اشعار کہے ہیں، تو شاعر رسول اللہ، المؤید بروح القدس نے جواب دیا کہ جی ہاں! یا رسول اللہ یہ اشعار میں نے ان کی مدح میں کہے ہیں۔

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد

Marfat.com

وطاف العدو به اذ صعد الجبلا

وكان حب رسول الله قد علموا

من الخلائق لم يعدل به بدلا

ترجمہ: جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بلند و بالا پہاڑ پر تشریف لے گئے اور دشمنوں نے آپ کا محاصرہ کرلیا تو اس وقت غار میں حضور کے ''ثانی اثنین'' یہی ابوبکر صدیق تھے، اور سرور کائنات کو جوان سے محبت تھی وہ سب پر عیاں ہے، کسی کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے اور یہ تو وہ ذات ہے کہ آقائے دوجہاں کی نگاہ میں اس کا بدل کوئی نہیں ہے'' آگے روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ یہ اشعار سنا چکے تو مصطفٰے علیہ التحیۃ والتسلیم نے خوش ہوکر تبسم فرمایا، فرحت ومسرت کے باعث آپ کے لبہائے مبارک پر مسکراہٹ پھیل گئی (ازالۃ الخفاء ص ۲۲۴)

یوں مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ
گئی

یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنا دیا

معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ محبوبیت کے جس اعلی وارفع مقام پر فائز تھے اس سے تمام صحابۂ کرام بخوبی آشنا بلکہ اس کے معترف تھے اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت کے اظہار اور ان کی تعریف سے مسرور ہوا کرتے تھے لہذا آج اس یار غار کی جو تعریف کرے گا یا ان کی مدح وثناء کی محفلوں میں کسی طرح سے حصہ لے گا تو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور

Marfat.com

خوشنودی کا مستحق بن کر سعادت دارین سے سرفراز ہوگا۔

لیکن یاد رکھئے ''محبوبیت'' کے اعلیٰ و ارفع مقام تک رسائی سے پہلے انتہائی کٹھن اور جگر سوز حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، بڑے دردناک مصائب اور صبر آزما واقعات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے، مال و اولاد حتیٰ کہ ''جان'' جیسی متاعِ عزیز تک کو محبوب پر قربان کر دینے کے سخت ترین امتحان سے بھی گزرنا پڑتا ہے، اگر ان تمام پرخطر وادیوں سے وہ کامیابی کے ساتھ گزر جاتا ہے تو پھر مژدہ ہے اس کے لئے خلوت کدۂ یار کے دروازے اس کے لئے کھلے ہوئے ہیں اور مبارک ہو اس کو کہ اب آغوش محبوب اس کے لئے وا ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس مقام محبوبیت تک پہنچنے کے لئے زندگی کے سخت ترین امتحانات سے دوچار ہونا پڑا۔

جب محبوب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے صحابہ کو مال و دولت لانے کا حکم دیا تو یہی ایک محبّ صادق، صدیق باوفا تھا جو گھر سے سب کچھ سمیٹ کر لے آیا اور تمام کا تمام گھر کا اثاثہ اپنے محبوب کے قدموں میں لا کر ڈالا اور جب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ ''گھر میں کیا چھوڑا؟'' تو وہ محبّ جس کے ''نہاں خانۂ دل'' میں سوائے ''محبوب'' کے کچھ نہ تھا اس کے دل کی گہرائیوں سے یہی صدا بلند ہوئی کہ ''یارسول اللہ آج یہ میرا ''غریب خانہ'' میرے ''خانۂ دل'' کا آئینہ دار ہے، جس طرح میرے دل میں سوائے خدا اور اس کے رسول کے کچھ نہیں ہے اس ہی طرح آج اس گھر میں بھی سوائے اس کے اور کچھ باقی نہیں ہے اس مقام عشق کو مولانا روم علیہ الرحمہ یوں بیان فرماتے ہیں

Marfat.com

کہ:

خانہ دامن وافتم از نیک و بد

خانہ ام پر ہست از عشق احد

اسی مضمون کو عارف رومی نے دوسرے مقام پر اپنے دل کش و دلربا انداز میں یوں ظاہر فرمایا کہ

عشق آں شعلہ ست کو چوں برفروخت

ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

غرضکہ اسلام کے اس فرزند جلیل نے اپنا تمام مال و دولت جو تقریبا چالیس ہزار درہم اور بروایت دیگر اسی ہزار درہم تھا اپنے آقا و مولیٰ والی دوجہاں کے نام پر قربان کر کے اس امتحان میں عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ اس محبّ صادق کی اس بے ریا اور مخلصانہ پیشکش اور اس عظیم مالی قربانی کو بارگاہ رسالت میں کس شان کے ساتھ حلہ قبولیت سے نوازا گیا اس کا اندازہ مخبر صادق روحی وقلبی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ ''جس کسی نے ہمیں کچھ دیا ہم نے اس کا بدلہ ادا کر دیا، سوائے ابوبکر کے کہ اس نے ہمارے ساتھ وہ سلوک کیا ہے اور وہ نیکی و بخشش کی ہے کہ اس کا بدلہ قیامت کے دن خود خدا تعالی ہی دے گا، اور کسی شخص کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے۔

یہ تو مالی قربانی کے بارے میں ''تمغۂ قبولیت'' جو بارگاہ نبوت سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عطاء ہوا، جس سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ اس کٹھن اور پرخطر

Marfat.com

وادی کو ابوبکر نے کامیابی کے ساتھ طے کرلیا، لیکن ابھی ''قربانی جان'' سے دریغ نہ کرنے کا ایک اور اہم دشوار گزار مرحلہ باقی ہے آیئے! ذرا دیکھیں کہ اس آگ کے سمندر کو ابوبکر نے کس طرح عبور کیا، اور خود کو اس ہوشربا اور جانکاہ امتحان میں کس طرح کامیابی سے ہمکنار کیا، اور کن کن دلدوز اور جگر پاش مصیبتوں سے دوچار ہو کر بارگاہ مصطفےٰ میں محبوبیت کا مقام حاصل کیا۔

دشمنان اسلام کی ایذاء رسانیوں اور اذیت ناکیوں نے جب خدا کے حبیب کے لئے مکہ میں رہنا دوبھر کردیا تو نبوت کے تیرہویں سال وحی الٰہی کے مطابق آپ نے ''مدینۃ المنورہ'' ہجرت کرنے کا عزم فرمالیا، اس پرخطر اور مخفی سفر میں آپ نے اپنی رفاقت اور ہمراہی کا اگر کسی کو شرف عطاء کیا تو وہ یہی ''صدیق باوفا'' کی ذات تھی، نور مجسم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں اپنے وفا شعار رفیق، ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سفر پر روانہ ہوگئے، راستہ بڑا سنگلاخ تھا، نوکیلے پتھر سرکار کے نرم و ملائم قدمہائے مبارک کو زخمی کررہے تھے کہ اس وقت، اس صدیق جاں نثار سے یہ دیکھا نہ گیا اور آپ کو اپنے کاندھوں پر اٹھالیا اور اپنے پیروں کے لہولہان ہونے کی پرواہ تک نہ کی اس لئے کہ یہ عشق کا ایک مقام ہے۔

گر بریزد خون من آں دوست رو

پائے کوباں جاں بر افشانم برو

بہرحال اس طرح سے مکتب عشق کا یہ ہونہار فرزند اس آخری امتحان کی پہلی سیڑھی کو بھی کامیابی و کامرانی سے طے کرگیا آخر کار یہ مختصر سا قافلہ مکہ سے چار

Marfat.com

پانچ میل کے فاصلے پر ''کوہ ثور'' پہ پہنچ گیا غار پر پہنچ کر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے آقا و مولیٰ کو باہر ٹھہرا دیا، وہ غار جس میں برسہا برس سے کسی آدمی کا گزر تک نہ ہوا ہو، جو حشرات الارض اور مختلف قسم کے زہریلے جانوروں کا مسکن بنا ہوا تھا اس میں ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ اس خیال سے پہلے داخل ہوتے ہیں کہ کہیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے جو گزرے پہلے مجھ پر ہی گزر جائے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

یہ ہے وہ عشق کا مقام جہاں ابوبکر کو اپنی جان سے زیادہ مصطفیٰ کی جان عزیز اور پیاری تھی بہر حال کملی والے کا یہ قابل فخر اور لائق ناز صحابی پہلے خود اندر جا کر غار کو صاف کرتا ہے، تن کے کپڑے پھاڑ کر غار کے روزن بند کرتا ہے ایک روزن رہ جاتا ہے تو اس کو اپنے پیر سے بند کر کے حضور سے عرض کرتا ہے کہ یارسول اللہ! اب آپ اندر تشریف لے آیئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی صعوبتوں کے باعث اس قدر تھک چکے تھے کہ اندر آ کر اپنا سر اقدس ابوبکر کی گود میں رکھ کر محو استراحت ہو گئے، عین اس وقت ایک زہریلا سانپ ابوبکر کے پاؤں کو ڈس لیتا ہے، شدت تکلیف کے باعث ابوبکر کی آنکھوں سے اشک بہہ نکلتے ہیں لیکن وہ جسم کو جنبش تک نہیں ہونے دیتے اس خیال سے کہ کہیں مصطفیٰ کے آرام میں فرق نہ آ جائے۔ یہ ایک اور ''تلفِ جان'' کا امتحان تھا بحمد للہ ''صدیق عتیق'' اس میں بھی فوز و فلاح سے ہمکنار ہوتا چلا گیا۔ لیجئے اب اس سے بھی زیادہ سخت

Marfat.com

امتحان کا وقت آتا ہے جس کے تصور سے آج بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں حضور سرور کائنات اور آپ کے اصحاب، خصوصا اس یار غار کے ازلی دشمن، آپ کے خون کے پیاسے غار کے دہانہ تک آپہنچتے ہیں، اور اس قدر قریب ہیں کہ اگر وہ اپنے پاؤں کی طرف نظر ڈالیں تو سرکار پر نظر پڑ جائے، ایسے ہیبت ناک اور دہشت ناک وقت میں بھی یہ ابوبکر کی ہی ذات ہے جو یہ کہتی ہوئی مصطفیٰ کے ساتھ ہمیں نظر آتی ہے کہ "**یارسول اللہ ھؤلاء قومك یطلبونك اما واللہ ما علی نفسی ابکی ولٰکن مخافة ان اری فیك ما اکرہ**" (تفسیر مظہری ص ۲۱۲) یعنی یارسول اللہ! یہ آپ کی قوم آپ کی جستجو اور تلاش میں یہاں تک آپہنچی ہے، خدا کی قسم میں اپنی وجہ سے غمگین و اشکبار نہیں ہوں بلکہ اس خوف سے کہ کہیں آپ کو کوئی تکلیف یا نقصان نہ پہنچ جائے میرا پتہ پانی ہورہا ہے۔ اس امتحان میں بھی ابوبکر نے اپنی جان کی پرواہ نہ کی بلکہ اس جانِ جہاں سرور عالم و عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر میں مخزون و اشکبار ہوکر "**لاتحزن ان اللہ معنا**" میں معیت خاصہ کا تاج کرامت حاصل کر کے اپنے لئے سعادت دارین کا سامان مہیا کرلیا۔

الغرض یہ ہیں وہ کوچۂ عشق کے صبر آزما اور کٹھن مراحل جن سے یہ صدیق باوفا بآسانی گزرتا چلا گیا اور راہ محبت میں قربانی جاں کے کسی موقعہ سے دریغ نہ کر کے اپنے محبّ صادق ہونے پر دلیل قائم کر گیا، اس خلوص و وفا، صدق وصفا کا اجر بارگاہ رسالت سے ابوبکر کو یہ ملا کہ محبّ سے ''محبوبیت'' کا مرتبہ مل گیا اور محبوب خدا کے محبوب بن گئے، جس پر یہ حدیث شاہد ہے کہ حضرت عمرو بن

Marfat.com

العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ! "**ای الناس احب الیك**" کہ لوگوں میں سب سے زیادہ آپ کو کون محبوب ہے، تو آپ نے فرمایا کہ "عائشہ" مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، حضرت عمرو بن العاص نے پھر عرض کیا کہ مردوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے، تو محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "**ابوھا**" یعنی عائشہ کا باپ ابوبکر مجھے مردوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری و مسلم ص ۵۵۵)۔ یہ تو تھا وہ اجر جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہ رسالت سے ملا، اور بارگاہ احدیت سے صدیق باوفا کو حبیب پر جاں نثاری و جاں بازی کا صلہ یہ ملا کہ ان کو "**ثانی اثنین**" کے خطاب سے سرفراز فرما کر ان کی وفا شعاری اور عشق مصطفوی پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے علاوہ ان کے بہت سے مدارج، خصوصیات اور کمالات کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا۔ چنانچہ قرآن پاک میں اس طرح ذکر آتا ہے کہ "**الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذاخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین، الآیۃ**" کہ جب کفار نے پیغمبر خدا کو مکہ سے نکالا تو اس وقت کون تھا جس نے ان کی مدد کی، ہاں ایسے پرخطر اور وحشتناک وقت میں ایک ان کا یار وفا شعار تھا جس نے وہاں بھی ان کا ساتھ نہ چھوڑا، قربان جاؤں اس یار باوفا پر جس کی سچی اور پرخلوص رفاقت کی تصدیق اور اعلان "**ثانی اثنین**" کے لفظ سے خود قرآن نے کی ہو۔

اس ہی "**ثانی اثنین**" کے لفظ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اس

Marfat.com

پر خطر وقت میں جس نے اپنے آقا اور محبوب کا ساتھ نہ چھوڑا، اور حبیب خدا کیساتھ اس تنہائی کے عالم میں اگر کوئی ''دوسری ذات'' نظر آئی اور مصطفے کا اس وقت ''ثانی'' رہی تو یہی صدیق باوفا کی ذات تھی۔ تو اب یہی ذات اس امر کے زیادہ لائق ہے کہ پیغمبر خدا کے بعد مناصب دینیہ و دنیویہ کی ادائیگی، اور تبلیغ اسلام میں بھی یہی مصطفے کا ''ثانی'' اور آپ کا جانشین و خلیفہ بنے اور اس ہی میں یہ ہمت اور طاقت بھی ہے کہ اس منصب کو بخوبی سنبھال سکے۔ چنانچہ مرض الموت میں جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کو امامت کرانے کا حکم دیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ان کے رقت قلب کی وجہ سے کچھ توقف فرمایا تو اس وقت سرکار نے یہ ارشاد فرمایا کہ "**لا ینبغی لقوم فیھم ابوبکر ان یؤمھم غیرہ**" کہ اس قوم کے لئے یہ بات سزاوار نہیں جسمیں ابوبکر ہوں کہ وہ ان کے علاوہ کسی اور کو پھر اپنا امام بنائے۔

اسی حدیث سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یہ نکتہ اخذ فرماتے ہیں کہ جو امامت میں اولی واقدم ہے وہ ''خلافت'' میں بھی اولی واقدم ہوگا، اسی رمز کو سمجھتے ہوئے علی شیر خدا نے کہا تھا کہ "**قدمك رسول الله صلی الله علیه وسلم فی امر دیننا فمن الذی یؤخرك فی دنیانا**" (اشعۃ اللمعات ص ۶۵۱، ازالۃ الخفاء) کہ حضور نے جب آپ کو ہمارے دینی امور میں مقدم کر دیا تو اب کون ہے جو آپ کو ہمارے دنیوی امور میں مؤخر کرے گا بلکہ اس میں بھی آپ ہی ہمارے پیشوا ہیں۔

Marfat.com

بہر حال ''ثانی اثنین'' میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہی وہ ذات ہے جو آنحضرت کی بلافصل نائب ہوگی، اور اسی میں اتنی طاقت ہے کہ اس عظیم نیابت کو سنبھال سکے اور یہ حقیقت تاریخ کے مطالعہ سے واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضرت کے وصال کے بعد اسلامی نوزائدہ حکومت جن جن مشکلات سے دوچار ہوئی اور مخالفت کی ہر چہار جانب سے جو تند و تیز آندھیاں چلیں اس میں استقامت و استقلال کے ساتھ قائم رہنا اور پامردی و حوصلہ سے سب کا مقابلہ کرنا یہ ''ابوبکر صدیق'' ہی کا کام تھا۔ (جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء)۔

اس ہی ''ثانی اثنین'' کے لفظ میں اس امر کا اظہار بھی ہے کہ اس خلوت کدۂ ناز میں دلدادگانِ جمال ضیاء بار اور مشتاقانِ دیدیار میں سے ایک دیوانۂ دلفگار کو وہ ساعتِ ہمایوں نصیب ہوئی کہ جس میں اس نے اپنے محبوب بلکہ محبوب رب العالمین کو اپنی گود میں لٹا کر، اس ماہ وشمس کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھ کر "**ما زاغ البصر وما طغی**" کے مصداق دیکھا اور ٹکٹکی باندھکر دیکھا، اس کے جمال جہاں آراء کی دید سے اپنی تشنگی کو دور کیا، پیاسی نگاہوں کو جی بھر کے سیراب کیا، اس کے طلعت زیبا کی ضیاء باز وضوریز کرنوں سے اپنے قلب ونگاہ کو خوب منور و مستنیر کیا۔ اس ہی ''ثانی اثنین'' کے لفظ میں یہ بھی بتا دیا گیا کہ یوں تو ہر صحابی کو حضور اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت وصحبت حاصل ہوئی لیکن وہ معیت خاصہ جس کا اظہار سرور کائنات نے "**لا تحزن ان اللہ معنا**" سے کیا، جس کے دامن میں لامتناہی اسرار ورموز اور انوار وتجلیات پوشیدہ تھے وہ صرف اور صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو ہی حاصل ہوئی

Marfat.com

کیونکہ یہی غار میں ''ثانی اثنین'' تھے یعنی یہی وہ دوسری ذات تھی جو اس خاص وقت میں غار کے اندر حبیب خدا کے ساتھ موجود تھی۔

چنانچہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں فرماتے ہیں کہ ابوبکر کی فضیلت کیلئے صرف یہ ایک بات کافی ہے کہ رسول اللہ نے خدا کی وہ خاص معیت جو اپنے لئے ثابت کی ہے اس میں ابوبکر کو بھی شامل کرلیا (تفسیر مظہری ص ۲۰۷) اسی ''ثانی اثنین'' کے لفظ میں اس امر کی طرف بھی لطیف اشارہ موجود ہے کہ وہ اوصاف وکمالات جو مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے انکے ساتھ اگر کوئی متصف ہوا اور ان کمالات کا اگر کوئی مظہر اتم بنا تو وہ ''آئینہ صدیق'' تھا اور کیوں نہ ہو جب حضرت باقی باللہ اپنے خلوت خاصہ میں ایک نان بائی کو خوش ہو کر توجہ دیں تو وہ نان بائی صورت وسیرت میں آپ جیسا ہو جائے اور دروازہ کھلے تو دو ''باقی باللہ'' نظر آئیں تو یہاں بھی ان قربانیوں پر مسرور ہو کر غار کے خلوت کدہ میں اگر مرشد کریم مصطفے علیہ التحیہ والتسلیم کی ایک توجہ خاصہ ابوبکر کو اپنا مظہر اتم بنادے، اپنے کمالات کی جلوہ گاہ بنا کر ''ثانی اثنین'' کے خطاب سے نوازدے تو کونسے تعجب کی بات ہے۔

اسی ''ثانی اثنین'' کے لفظ میں اس اہم اور عظیم امر پر بھی دلالت موجود ہے کہ اس حریم ناز میں، اس وقت نیاز میں خدا نے اپنے حبیب پر جو خاص انوار وتجلیات کی بارشیں کیں، خصوصا اس آیہ میں جیسا کہ ارشاد ہے "**وانزل الله سكينته عليه**" کہ نسبت سکینہ جیسی عظیم اور خاص دولت سے سرفرازی عطاء کی تو اسوقت ابوبکر کا دامن مراد بھی گوہر ہائے مقصود سے پُر ہو گیا اور ان بیش

Marfat.com

بہا جواہر سے صدیق نے بھی اپنے خزینۂ دل کو معمور کرلیا بالخصوص وہ ''نسبت سکینہ'' قلب مصطفٰے سے ہوتی ہوئی قلب صدیق میں پہنچی اور انکو عالم سے بے نیاز کرگئی۔

صاحب عرائس البیان فرماتے ہیں کہ یہ ''نسبت سکینہ'' سب سے پہلے قلب مصطفے پر نازل ہوئی پھر اس نور سے قلبِ صدیق نے ضیاء پائی کیونکہ اس خاص وقت کی خاص تجلی کی تاب لانا یہ کسی اولوالعزم پیغمبر بلکہ صرف حبیب خدا ہی کا کام تھا قلب صدیق میں اتنی طاقت نہ تھی کہ بلا واسطہ اس نور اول کی تابانیوں کی تاب لا سکے، (عرائس البیان ص ۳۲۹) اور میں تو یہ عرض کرونگا کہ بواسطہ مصطفے ''یہ نسبت سکینہ'' دو آتشہ ہوکر جو نازل ہوئی اسکو برداشت کرنا بھی اس عالم میں کسی کا کام نہ تھا، یہ قلب صدیق ہی تھا جو اس کو سہہ گیا۔

سبحان اللہ! غور فرمائیے کہ اس سلسلہ کا پھر کیا مقام ہوگا جسمیں یہ خاص ''نسبت سکینہ'' موجود ہو اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ جس سلسلے کو "**افضل الناس بعد الانبیاء**" کیساتھ نسبت ہوگئی اس کے افضل اعلیٰ ہونے میں پھر کیا شبہ رہ جاتا ہے اور وہ ''سلسلہ عالیہ نقشبندیہ'' ہے کہ اسکو اس صدیق باوفا کیساتھ نسبت ہے جو بارگاہ نبوت کی سب سے محبوب شخصیت ہے انبیاء کے بعد جسکے افضل الناس ہونے میں سبکا اتفاق ہے اور جسکو خدا اور حبیب خدا کی وہ خاص معیت اور قرب حاصل ہے کہ جو بڑے بڑے صحابہ بلکہ مکینان عرش کیلئے بھی قابل صد رشک ہے اسی ذات والا صفات سے تعلق اور نسبت رکھنے والا سلسلہ پھر کیوں نہ اشرف وافضل ہوگا اسی لئے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سر حلقہ

Marfat.com

وپیشوا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں کہ

''بدانکہ طریقے کہ اقرب است واسبق واوفق واوسق واسلم واحکم واصدق واولیٰ واعلیٰ واجل وارفع واکمل واجمل طریقہ عالیہ نقشبندیہ است''۔

اسی ''ثانی اثنین'' میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آپ صرف اس غار میں ہی حضور کے ثانی نہیں رہے بلکہ اسلام میں بھی ثانی، بدر کے دن عریش میں بھی ثانی اور وفات کے بعد قبر میں بھی ثانی، کل قیامت کے دن حشر میں بھی ثانی، حوض کوثر پر بھی آپکے ثانی، اور جنت میں داخل ہونے میں بھی آپکے یہی'' ثانی'' ہونگے، جیسا کہ خود حضور کا ارشاد ہے کہ ''**امانك یاابابکر اول من یدخل الجنة من امتی**'' (مشکوۃ شریف بحوالہ سنن ابوداود، ص ۵۵۵) کہ اے ابوبکر تو میری امت میں سب سے پہلا شخص ہوگا جو جنت میں داخل ہوگا، یہاں بھی مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دسری ذات یہی نظر آتی ہے۔ مولانا رومی علیہ الرحمہ نے اس مصرعے میں سب کچھ فرما دیا۔

ثانیٔ اسلام وغار بدر وقبر

غرضیکہ ثانی اثنین کا لفظ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وسیع کمالات اور آپ کے قرب کے انتہائی درجات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

Marfat.com

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
جامع القرآن کی حیثیت سے

قرآن کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ "**انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحٰفظون**" کہ اس نصیحت والی کتاب کو ہم نے اتارا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں اپنے اس وعدہ کا دوسرے مقام پر سورہ قیامہ میں اللہ تعالیٰ یوں اعادہ فرماتا ہے کہ "**ان علینا جمعه و قرآنه فاذا قرانٰه فاتبع قرانه ثم ان علینا بیانه**" بیشک ہمارے ذمہ اس قرآن کا جمع کرنا اور اسکا پڑھنا پھر جب ہم پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کے ساتھ رہ پھر بلاشبہ ہم پر ہے اسکا کھولنا اور بیان کرنا۔ ان آیات سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آ گئی کہ قرآن کے نہ صرف معانی بلکہ معانی اور مضامین کے ساتھ ساتھ اسکے الفاظ عبارات اور حروف تک کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خود اللہ تعالیٰ نے لے لی ہے پھر بھلا جسکی حفاظت کی ذمہ داری خود خدائے بزرگ و برتر اپنے اوپر لے لے وہ چیز بھلا کیسے غیر محفوظ رہ سکتی ہے۔

چنانچہ شروع سے ہی قرآن کریم کی حفاظت کے اسباب ظاہر ہونے شروع ہو گئے سب سے پہلے تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو حافظہ ایسا عطا فرمایا کہ جو آیات حضور سے سنتے تھے وہ فوراً ضبط کر لیا کرتے تھے یہاں تک کہ جب پورا قرآن نازل ہو گیا تو بہت سے صحابہ ایسے تھے جنکے سینے میں

Marfat.com

پورا قرآن محفوظ تھا چنانچہ قرطبی کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک جنگ کے موقعہ پر ستر (۷۰) کے قریب قرآن کے حفاظ شہید ہوئے لیکن صرف یہی نہیں بلکہ اس کی حفاظت کے لئے اور اسباب بھی فراہم کئے گئے اور وہ یہ تھے صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی قرآن کو تحریری طور پر بھی جمع کرنا شروع کر دیا تھا چنانچہ بخاری شریف میں حضرت قتادہ سے ایک روایت ہے کہ میں نے حضرت انس سے دریافت کیا کہ عہد رسالت میں کن کن لوگوں نے قرآن کو جمع کر لیا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ چار اشخاص تھے یعنی ''ابی بن کعب ،معاذ بن جبل ،زید بن ثابت اور ابوزید'' اور کسطرح جمع کیا؟ کس چیز پر تحریر کیا؟ اس کیلئے کسی روایت میں آتا ہے کہ چمڑے کے ٹکڑوں پر کسی میں آتا ہے کہ باریک اور چکنے پتھروں پر، تو کسی میں آتا ہے کہ اونٹ کے شانہ کی ہڈیوں پر، الغرض قرآن کا جب نزول ختم ہوا تو اسوقت قرآن نہ صرف سینکڑوں اور ہزاروں سینوں میں بلکہ تحریری طور پر بھی مختلف قسم کے ٹکڑوں میں موجود تھا لیکن چونکہ وہ منتشر طور پر تھا اور کسی بھی ٹکڑے یا کسی بھی حصے کے گم ہو جانے کا اسمیں امکان تھا اسلئے اس وہم اور اس شک کو بھی ختم کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اسکی مزید حفاظت کا انتظام فرمایا اور اسکو ایک ''مصحف'' کی ایک کتابی شکل دینے کا عظیم اور اہم کام حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے لیا اور یہ سعادت انکو عطا فرمائی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ یمامہ کے موقعہ پر جب بہت سے حافظوں کی شہادت کی خبر حضرت ابوبکر صدیق کو ملی تو اسوقت حضرت عمر بھی

Marfat.com

وہیں موجود تھے آپ کو ان حفاظ کی شہادت کی خبر سے بڑی تشویش ہوئی اور آپ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ اے ابوبکر اگر اسی طرح جنگوں میں حفاظ کرام شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن ہمارے ہاتھوں سے چلا جائیگا، لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کو جمع کرنے کا حکم فرمادیں۔

یہ سنکر حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ اے عمر جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا اسے میں کس طرح کروں؟ اس پر حضرت عمر نے جواب دیا کہ" واللہ یہ بات بہتر ہے" غرضیکہ حضرت عمر حضرت ابوبکر سے بار بار اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے انکا دل بھی کھول دیا اور وہ حضرت عمر کی رائے سے متفق ہو گئے۔

اس کام کیلئے حضرت زید بن ثابت کا انتخاب کیا گیا چنانچہ حضرت ابوبکر نے ان کو بلایا اور انسے کہا کہ تم سمجھدار نوجوان ہو علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی بھی رہ چکے ہو لہٰذا اب یہ کام تمہارے سپرد کیا جاتا ہے تم تحقیق و تفتیش کر کے اس کو جمع کرو حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر مجھ کو پہاڑ ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینے کا حکم دیتے تو یہ بات مجھ پر اتنی گراں نہ ہوتی جسقدر قران کو جمع کرنے کا کام مجھ پر شاق گزرا ہے (انہوں نے بھی وہی کہا جو حضرت ابوبکر نے کہا تھا) ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر اور حضرت زید بن ثابت سے فرمایا کہ تم دونوں مسجد کے دروازہ پر بیٹھ جاؤ پھر اسکے بعد جو شخص تمہارے پاس کتاب اللہ کا کوئی حصہ معہ دو گواہوں کے لائے تو اس کو قبول کرلو چنانچہ یہ حضرات اسوقت تک قرآن کا کوئی حصہ تسلیم

Marfat.com

نہیں کرتے جب تک وہ لانے والا آدمی اپنے ساتھ دو گواہوں کو پیش نہ کرتا اس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ قرآن کو مصحف میں تحریر کرتے وقت کس قدر احتیاط ملحوظ رکھی گئی، اسلئے کہ حضرت زید خود حافظ تھے کاتب وحی تھے قرآن کو حضور کے زمانہ میں خود لکھا تھا پھر لانے والا حافظِ قرآن ہوتا تھا اور پھر وہ لکھا ہوا، اپنا تحریر کردہ علیٰحدہ لاتا تھا لیکن اسکے باوجود اس کا دو شہادتوں کا بہم پہنچانا حد درجہ کی احتیاط تھی اور ہماری آنے والی نسلوں پر اور دیگر اقوام پر یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ ہماری آسمانی کتاب ہر قسم کی تحریف وتبدل سے محفوظ ہے اس میں صرف خدا کے کلام کے علاوہ کسی کا کلام شامل نہیں ہے اور یہ ہو بھی کسطرح سکتا تھا سلئے کہ قرآن واضح اعلان فرمارہا ہے ''**وانه لكتاب عزيز لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد**'' بیشک یہ قرآن ایسی کتاب ہے جو غالب ہے اور باطل نہ اسکے سامنے سے اور نہ اسکے پیچھے سے اس کے پاس آئے گا یہ حکمت والے اور خوبیوں والی ذات کی طرف سے اترا ہے۔

الغرض حضرت ابوبکر وعمر کی کوششوں اور کاوشوں سے قرآن کو مختلف ٹکڑوں سے جمع کرکے چند صحائف میں نقل کردیا گیا اور وہ منقول صحیفے حضرت ابوبکر کے پاس رہے انکے بعد حضرت عمر کے پاس اور انکے بعد حضرت عمر کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے یہاں تک کہ حضرت عثمان کا زمانہ آگیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب قرآن کو تیسری دفعہ جمع کیا گیا، اب سوال یہ ہے کہ قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی جمع تھا اسکے بعد ایک

Marfat.com

مصحف میں ابوبکر وعمر نے جمع کر دیا اب جمع کرنے کا کیا مطلب؟ اور حضرت عثمان کو جو جامع قرآن کہا جاتا ہے تو اس سے کیا مراد ہے؟ تو اسکی تفصیل یہ ہے کہ عرب کی زبان بڑی وسیع ہے مختلف علاقوں اور مختلف قبیلوں کی عربی میں کافی فرق پڑ جاتے ہیں چنانچہ ہر قبیلہ نے اور ہر علاقہ کے رہنے والوں نے قرآن کو اپنی اپنی زبان میں پڑھنا شروع کر دیا جب قرآن میں اختلاف پیدا ہوا تو ہر ایک نے اپنی قرأت کی برتری ثابت کرنے کیلئے کوشش شروع کر دی حتی کہ نوبت مار پٹائی اور جنگ وجدل تک آ گئی۔

چنانچہ بخاری شریف میں حضرت انس سے ایک روایت ہے کہ آریسہ اور آذربائیجان کی فتح کے موقع پر شامی اور عراقی دونوں ساتھ ملکر معرکہ آرائی میں مصروف تھے وہاں حضرت حذیفہ نے جب دونوں کی قرأتیں سنیں تو دونوں کی قرأتوں میں زبردست اختلاف کو دیکھ کر آپ حیران رہ گئے اور یہ بات آپ نے حضرت عثمان سے آکر کہی کہ خدارا آپ مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ کی طرح باہم برسر پیکار ہونے سے بچالیں ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عثمان کے عہد میں قرأتوں کے درمیان اتنا اختلاف تھا کہ پڑھنے والے بچوں اور پڑھانے والے استادوں کے درمیان تلواریں چل گئیں الغرض جب ہر طرف سے افتراق او رانتشار کی خبریں حضرت عثمان کو آنے لگیں تو آپ متفکر ہو گئے اور آپ نے ایک امت میں ہونے والے اس انتشار اور افتراق کو ختم کرنے کے لئے یہ لائحہ عمل اختیار فرمایا کہ عرب کی دوسری تمام زبانوں میں قرآن کی قرأت کو ممنوع قرار دے دیا اور صرف ایک قریش کی قرأت پر سب کو تلاوت کرنے کا حکم

Marfat.com

فرمادیا اور تحریری طور پر جتنے دوسرے صحیفے دوسری قرأتوں میں موجود تھے سبکو ختم کرنے کا حکم دے دیا۔

اور صرف ایک قریشی لغت پر قرآن کی کتابت کرا کے تمام ممالک اسلامیہ میں اسکی نقول بھیج دیں اور حکم صادر فرمادیا کہ اس قرأت اور لغت کے علاوہ کسی بھی لغت میں قرآن نہ پڑھا جائے اور اس ایک مصحف کی کتابت میں بھی حضرت عثمان نے بڑی احتیاطی تدابیر اختیار فرمائیں جسمیں ایک تو یہ تھی کہ حضرت حفصہ کے گھر سے وہ صحیفے منگائے جو ابوبکر کے زمانہ میں تحریر ہوئے تھے پھر آپ نے صحابہ کبار کی ایک کمیٹی تشکیل دی جسمیں زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعد بن وقاص، عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کو شامل کیا بعض احادیث میں آتا ہے کہ آپ نے بارہ معزز ارکان پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی اور انکو حکم دیا کہ ان صحائف کو سامنے رکھکر تم ایک صحیفہ تیار کرو اور جہاں تمہارے درمیان اختلاف ہو وہاں قریشی زبان کو ترجیح کرنا اور اسی لغت کو اختیار کرنا تفسیر اتقان میں ہے کہ جب کسی آیت کے متعلق اختلاف ہوتا کہ اس کو کسطرح اور کس لغت پر پڑھا جائے تو پھر صحابہ کرام یہ سوچتے تھے کہ یہ آیت سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو سکھائی تھی اور حضور کے سامنے کس شخص نے اسکو پڑھا تھا چنانچہ اس صحابی کی تلاش شروع ہو جاتی تھی اور جہاں بھی وہ ہوتا تھا اس کو بلا کر اس سے دریافت کیا جاتا تھا اور اسکی قرأت کے مطابق پڑھا جاتا حتی کہ بعض دفعہ تو ایسے اشخاص اور ایسے صحابہ کرام کو بھی بلانا پڑ گیا جو مدینہ سے تین دن اور تین رات کی مسافت پر دور دراز شہروں میں مقیم تھے چنانچہ ان کو بھی وہاں سے بلایا گیا اور ان سے دریافت

Marfat.com

کیا گیا کہ بتاؤ تم کو یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح تعلیم دی تھی جس طرح اسنے بتایا اسی طرح پھر اسکو لکھ لیا گیا۔

الغرض حضرت عثمان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے امت مسلمہ کو تفریق و افتراق اور انتشار اور پراگندگی سے بچالیا ورنہ اگر آپ ایک قرأت پر لوگوں کو جمع نہ کرتے اور مختلف قرأتوں اور لغتوں میں پڑھنے کی اجازت دیے رکھتے تو عالم اسلام میں ایسا فساد پیدا ہو جاتا جسکے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اسہی وجہ سے حضرت عثمان کو جامع القرآن کہا جاتا ہے کہ آپ نے قرآن کو ایک لغت پر اور ایک قرأت پر جمع کیا اور امت مسلمہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ایک عظیم طوفان اور ایک ہولناک تباہی سے بچالیا آج جو وحدت کے حسین نظارے نظر آرہے ہیں کہ ہر مقام پر قرآن ایک ہی طرح پڑھا جارہا ہے خواہ عربی ہو یا عجمی، عراقی ہو یا شامی، مکی ہو یا مدنی، سوڈانی ہو یا حجازی، ہر ایک اسہی ایک لغت قریشی پر قرآن کو پڑھتا ہے یہ سب صدقہ ہے عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی طرف سے انکو جزائے خیر عطا فرمائے

(ماخوذ از مشکوٰۃ فضائل قرآن، ازالۃ الخفاء، الاتقان)

☆ ختم شد ☆

Marfat.com

Marfat.com

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر کی دیگر تصانیف

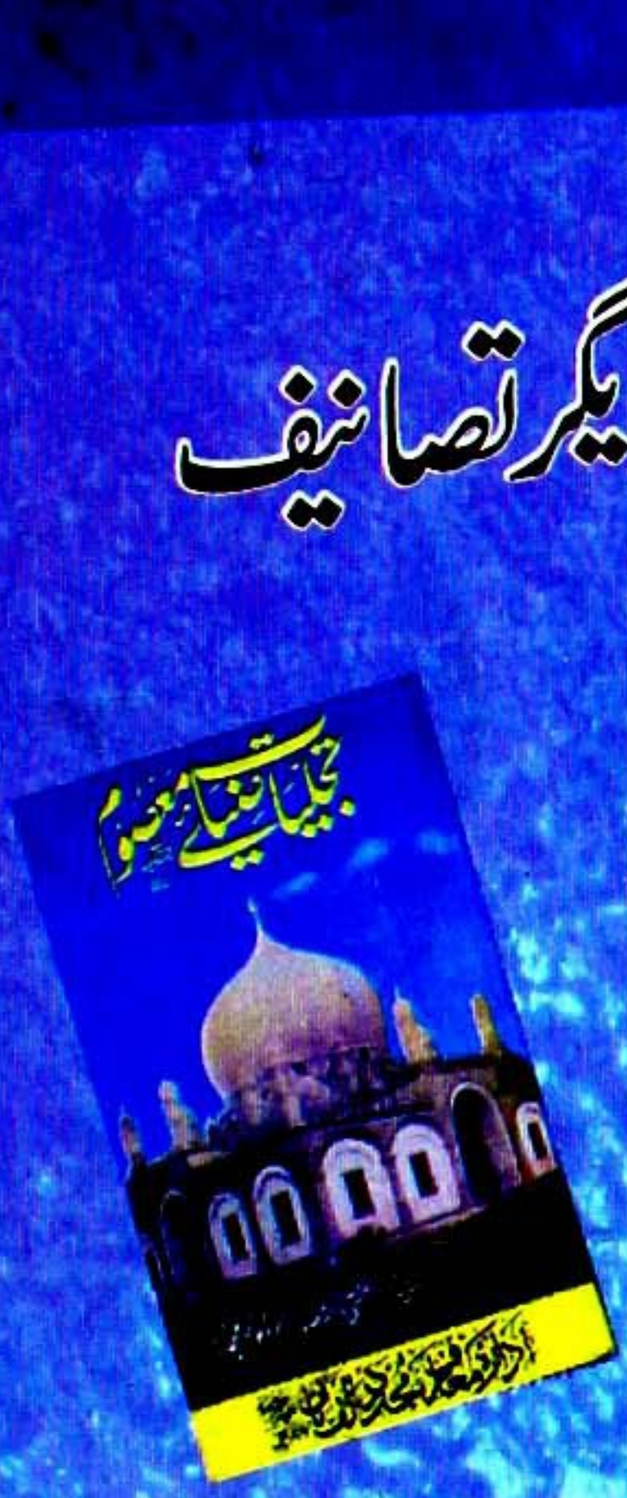

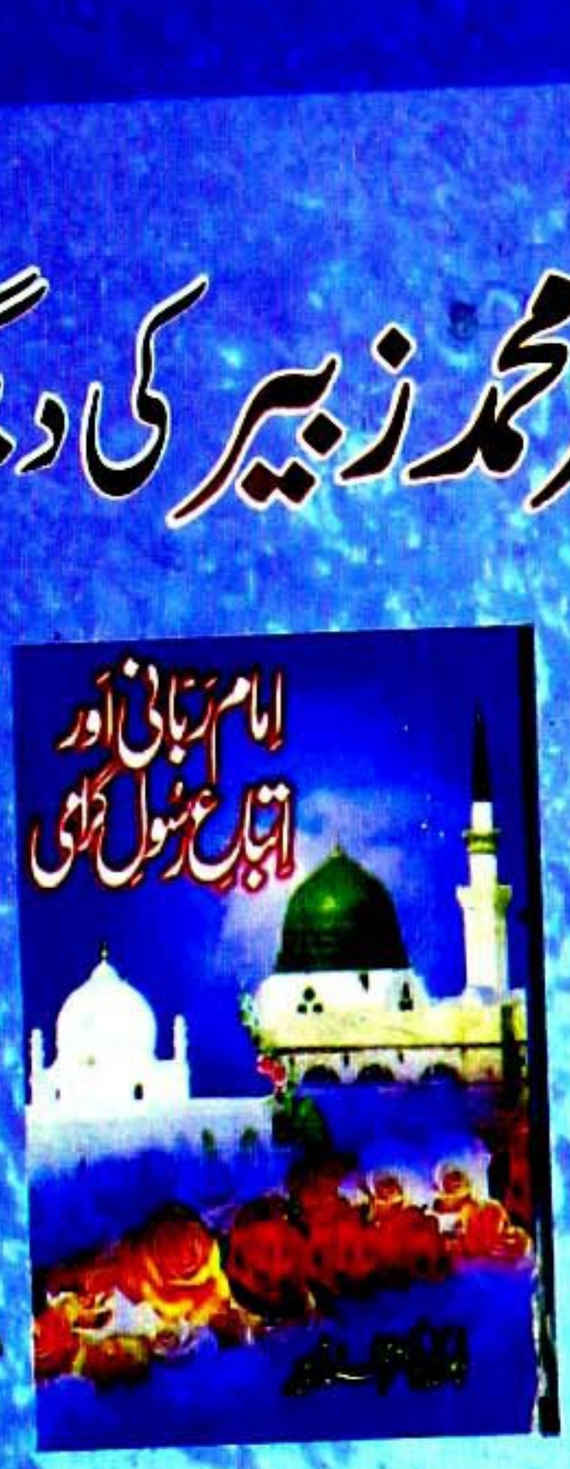

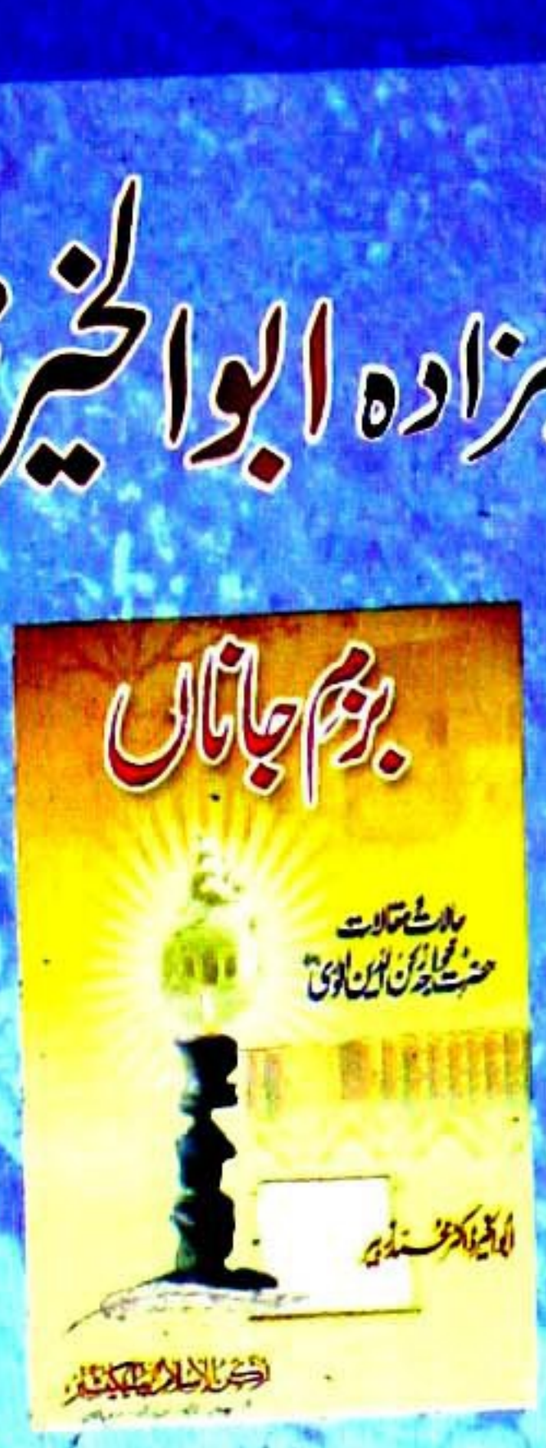

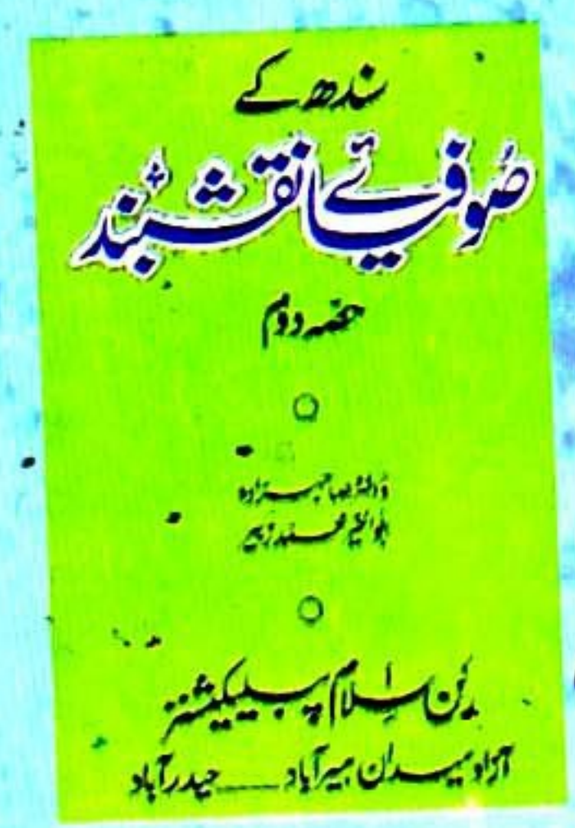

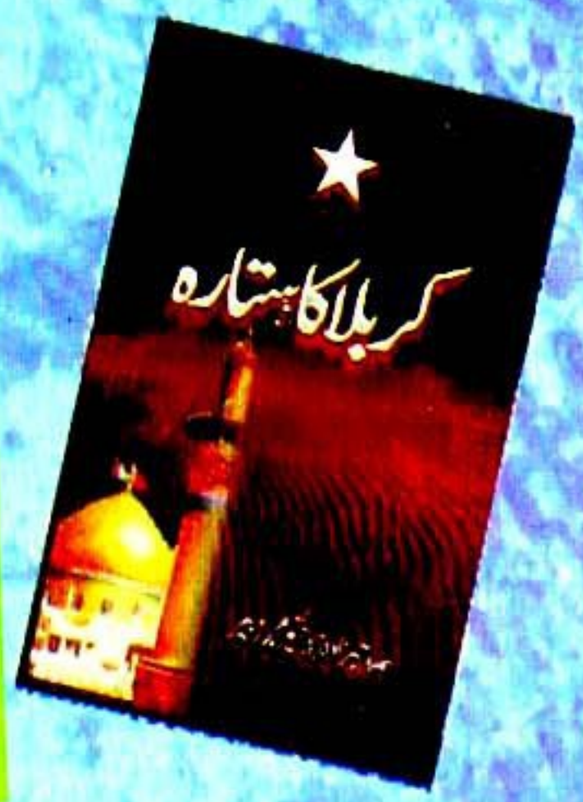

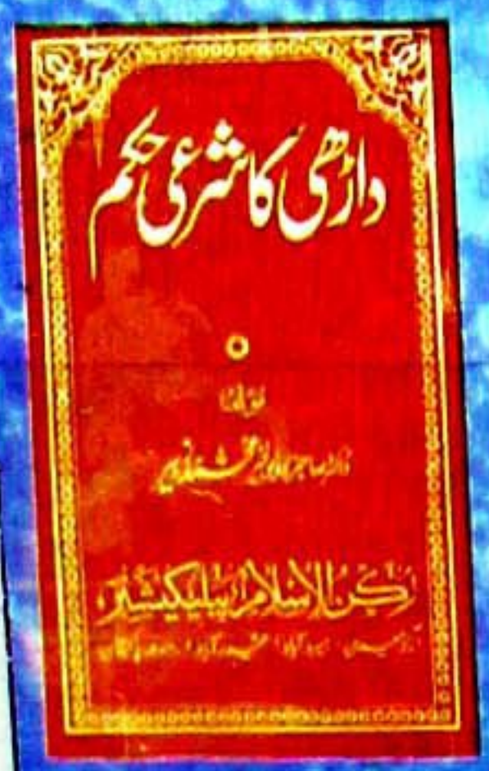

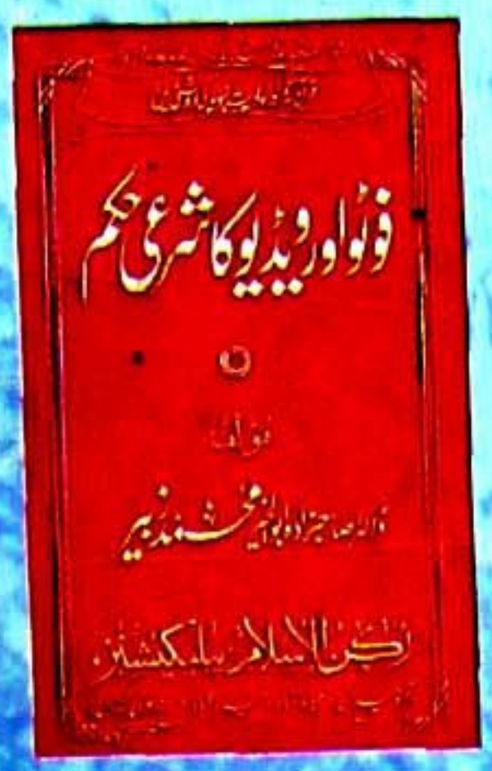

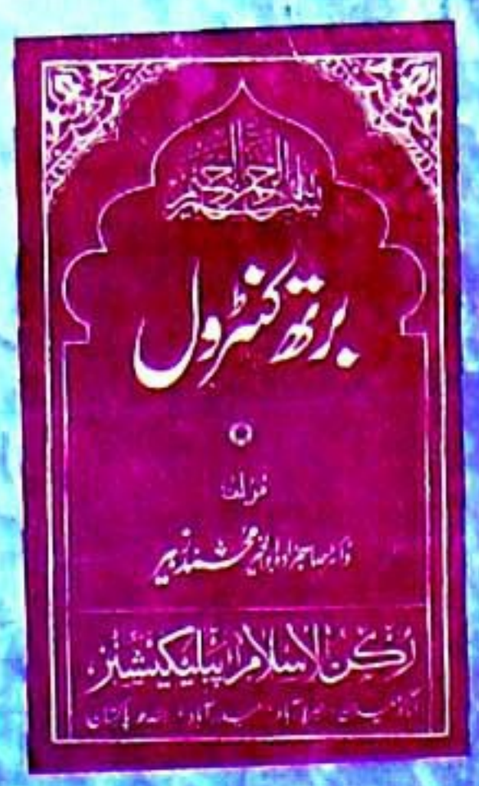

7988

رکن الاسلام پبلیکیشنز
میرپور آباد
حیدرآباد
Muhammad Rashid Printing, Advertising & Marketing Network
Hyderabad. 0321-3015220 , 0333-2622486

Marfat.com